لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات۔ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۲۹ | ۱۰ فروری ۱۹۹۲ء | مطابق ۵ شعبان ۱۴۱۲ھ | شمارہ ۷

سرپرست

مولانا معین اللہ ندوی

نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ادارۂ تحریر

شمس الحق ندوی

محمود الازہار ندوی

مشاورت

مولانا عبد الحفیظ ندوی — مولانا سلمان حسینی ندوی

مولانا محمد خالد ندوی — مولانا عبد اللہ حسنی ندوی

مولانا محمد رضوان ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید

خط و کتابت و منی آرڈر کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر 93

ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

زر تعاون ملکی

سالانہ — پچاس روپے ۵۰

فی شمارہ — ۲/۲۵

بیرون ملک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک

۲۵ ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک

بحری ڈاک سے — ۱۰ ڈالر

نوٹ :-

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔ اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیے

نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اسکی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں

اور اگر جدید خریدار ہیں تو بھی صراحت ضروری ہے

اداریہ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ہم کیا ہوسکتے تھے لیکن کیا ہیں؟

مسلمانوں کی آبادی اب دنیا کے تقریباً ہر ملک میں پائی جاتی ہے۔ اور وہ ملک جن میں وہ اکثریت میں ہیں سو ایک معتدبہ تعداد رکھتے ہیں، یہ تعداد ایسی ہے کہ بین الاقوامی سیاست اور دیگر معاملات میں نظرانداز نہیں کی جاسکتی۔ مسلمانوں کے یہ ملک اقتصادی لحاظ سے بھی مضبوط ہیں۔ ان میں سے متعدد ملک اپنے معدنی ذخائر کے لحاظ سے دنیا کے اولین ملکوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کے بعض بعض ذخائر ایسے ہیں کہ دنیا کے انتہائی بڑے ملک بھی ان میں اپنے کو ان کا محتاج محسوس کرتے ہیں۔ مسلمان اگر امتِ واحدہ کے طور پر کام کریں تو دنیا کی بین الاقوامی سیاست اور رائے عامہ ان کی مرضی کے خلاف نہیں ہوسکتی ان کی رعایت کے بغیر دنیا کا کوئی کام انجام نہیں پاسکتا۔

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دین عطا کیا گیا ہے، وہ تمام انسانیت کی فلاح اور صلاح کا ضامن ہے وہ نہ صرف خود مسلمانوں کی عزت و قوت کا باعث ہے بلکہ ساری دنیا کی عزت و قوت کا سرچشمہ یہی دین بن سکتا ہے، لیکن اس امر کی طرف توجہ تمام دنیا کو کیا خود مسلمانوں کو بھی نہیں ہے، وہ نہ اپنے دین کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور نہ بحیثیت ایک بین الاقوامی اور عظیم تر ملت ہونے کے اپنی طاقت کو سمجھتے ہیں، وہ اپنے دین کی اس اہمیت اور اپنی عظیم طاقت سے فائدہ اٹھانے اور دوسروں کو فائدہ پہونچانے کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے اور اس کے لئے جو سودمند طریقہ ہے اس کو اختیار نہیں کرتے، حالانکہ ان کے دین کی اہمیت کا یہ اہم تقاضہ ہے کہ وہ خود بھی اس سے صحیح فائدہ اٹھائیں، اور دوسروں کو بھی اس کی اہمیت و افادیت سے واقف کرائیں، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت دعوت بنایا گیا ہے، ان کی افادیت اس پانی کی طرح ہے جس سے انسانوں کی پیاس بجھتی ہے، اور خشک کھیتیاں سیراب ہوکر سرسبز و شاداب ہوتی ہیں لیکن اس وقت دوسروں کی پیاس بجھانے اور دوسری کھیتیوں کو سرسبز و شاداب بنانے کی بات تو الگ رہی مسلمان خود اپنی پیاس نہیں بجھا پا رہے ہیں، اور خود اپنی کھیتیوں کو سرسبز و شاداب نہیں بنا پا رہے ہیں، اس وقت دنیا کے ملکوں میں کم ایسے ملک ہوں گے جہاں مسلمانوں پر بحیثیت مسلمان زمین تنگ نہ ہو ان کو بے بسی اور لاچارگی کا سامنا نہ ہو۔ ان کا حال یہ ہوگیا ہے جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں ان کو سیاسی اور اقتصادی دشواریوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ اور جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں ان کو اپنے دین پر صحیح طور پر عمل کرنے اور اس کو نافذ کرنے میں طرح طرح کی دشواریاں پیش آرہی ہیں۔

یہ صورتحال اگر مسلمان ایک کمزور بے قیمت اور وسائلِ زندگی سے محروم قوم ہوتے تو کچھ

درس حدیث

عمل کی قبولیت نیت پر منحصر ہے!

ڈاکٹر سید لقمان صاحب ندوی — ترجمہ: شمس الحق ندوی

عن امیر المومنین أبی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: انما الاعمال بالنیات، وانما لکل امرئ ما نوی فمن کانت ھجرتہ إلی اللہ و رسولہ فھجرتہ إلی اللہ و رسولہ و من کانت ھجرتہ لدنیا یصیبھا أو امرأۃ ینکحھا فھجرتہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ سب انسانی اعمال کا دارومدار بس نیتوں پر ہے۔ اور آدمی کو اس کی نیت ہی کے مطابق پھل ملتا ہے۔ تو جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی اور خدا و رسول کی رضا جوئی و اطاعت کے سوا اس کی ہجرت کا اور کوئی باعث نہ تھا تو اس کی ہجرت درحقیقت اللہ و رسول کی طرف ہوئی، (اور بیشک وہ اللہ کا سچا مہاجر ہے، اور اس ہجرت الی اللہ والرسول کا مقرر اجر ملے گا) اور جو کسی دنیاوی غرض کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی خاطر مہاجر بنا تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کے لئے نہ ہوگی، بلکہ فی الواقع جس دوسری غرض اور نیت سے اس نے ہجرت اختیار کی ہے، عند اللہ بس اس کی طرف اس کی ہجرت مانی جائے گی

یہ حدیث بندۂ مومن کے سامنے وہ میزانِ عمل پیش کرتی ہے جس سے یہ بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ مسلمان کو ہر عمل میں کس بات کا خیال و لحاظ رکھنا ضروری ہے اس لئے کہ انسانی اعمال کا مقصود اصلی تو یہی ہے کہ قصد و ارادہ درست و نیک ہو، جب نیت صحیح ہوگی اور دل میں خلوص ہوگا بھی بندۂ مومن اجر کا مستحق ہوگا حاصل کلام یہ کہ انسان کے عمل کا اس کے مقصد و ارادے سے بڑا گہرا تعلق ہے۔

اسی لئے یہ حدیث ہر عمل سے پہلے نیت و ارادہ کو درست کرنے اور رضائے خداوندی کو مقدم رکھنے پر پورا زور دیتی ہے اس لئے کہ آدمی کو ثواب اپنی نیت و ارادہ کر لینے ہی سے مل جاتا ہے گو وہ کسی رکاوٹ کی وجہ سے اپنی نیت و ارادہ کو عملی شکل نہ دے سکے، نیت کی اہمیت کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے کہ اس حدیث میں عمل قبول ہونے یا نہ ہونے کا سارا دارومدار نیت ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ بعض کام ایسے ہیں کہ نیت کے بغیر بھی درست و صحیح ہوتے ہیں۔ مثلاً کپڑے کا بغیر نیت کے نجاست سے پاک و صاف کر لینا۔ لیکن نیت کے ثواب سے محروم رہے گا اس لئے کہ حدیث میں یہ بھی صراحت ہے کہ ہر آدمی کو وہی ملے گا جو اس نے نیت کی ہے۔ اب اگر کسی نے بلا نیت کے اپنے کپڑے نجاست سے پاک کر لیے تو کپڑے پاک تو ہوگئے لیکن کپڑے پاک کرتے وقت یہ نیت کہ میں نماز پڑھنے یا تلاوت کرنے کے قابل ہوجاؤں یا یہ کہ ایک مسلمان کو ناپاک نہیں رہنا چاہئے اس نیت کا جو ثواب ملتا اس سے یہ محروم رہا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان کو اپنی نیت کا صحیح کرنا ہر کام کو صرف اللہ کی رضا کے لئے کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اس کے بغیر مسلمان جو کچھ کرے گا اس کے اجر و ثواب کا حقدار ہوگا۔ اور نہ ہی کبھی اسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی بھی حاصل ہوگی۔

دیکھنے میں دو آدمی ایک ہی کام کرتے نظر آتے ہیں۔ دونوں کے کام میں ظاہری طور پر کوئی فرق نہیں نظر آتا، مگر نیت و ارادہ میں فرق پایا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک کی نیت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے اور دوسرا اس عمل کے ذریعہ کوئی مادی فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مدرسہ میں دو طالب علم پڑھ رہے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی غرض سے پڑھ رہا ہے اور دوسرا اس علم کے ذریعہ مادی فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ ان دونوں طالب علموں کی مثال ہجرت کرنے والے ان دو آدمیوں کی سی ہے کہ ایک نے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر گھر بار چھوڑا اور دوسرے نے کسی دنیاوی نفع کے لئے، طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں ام قیس سے شادی کرنے کی غرض سے ہجرت کرنے والے شخص کا قصہ نقل کیا ہے اس قصہ کو بیان کرنے والے سبھی لوگ قابل اعتماد اور ثقہ ہیں۔ ابو وائل حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے کہ انھوں نے بیان فرمایا: ہم لوگوں میں ایک شخص تھا اس نے "ام قیس" نامی ایک عورت سے شادی کا پیغام دیا اس نے کہا کہ اگر تم ہجرت کر کے ہمارے یہاں آجاؤ تب شادی کروں گی ورنہ نہیں چنانچہ اس شخص نے اس عورت سے شادی کی خاطر وطن چھوڑا اور ہجرت کی اس لئے ہم لوگ اس شخص کو "مہاجر ام قیس" کے نام سے پکارا کرتے تھے۔

مکہ مکرمہ میں صحابۂ کرام کی آزمائش و امتحان کفار کی ایذا رسانی طرح طرح سے تکلیفیں پہنچانا، ستانا اور ہنسی مذاق اڑانا تھا، پھر جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو ہجرت کی اجازت دے دی تو یہ امتحان گھر بار مال و جائداد اور وطن عزیز کو چھوڑ دینے کی صورت میں پیش آیا، وہ حضرات امتحان کی پہلی اور دوسری دونوں صورتوں میں اپنے دین میں پکے اور رضائے خداوندی کے طالب ہونے میں ثابت قدم اور مخلص رہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو زبردست تربیت حاصل کی تھی، اور مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی آیات نے ان کے دلوں میں توحید کا جو پودا لگایا تھا ان دونوں چیزوں کا ان پر گہرا اثر تھا۔ یہ حدیث اسی کو مزید پختہ کرنے کے لئے وارد ہوئی ہے جو یہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تنہا اسی کو خالق و مالک جاننا نیز دین کے بارے میں مخلص ہونا ہی وہ بنیاد ہے جس پر زندگی کے سارے مسائل و معاملات کی عمارت قائم ہوتی ہے۔

دعوت و تبلیغ کی راہ میں ہجرت ایک نازک و اہم موڑ تھی، اسی لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا کہ ہجرت میں کسی دنیاوی اور مادی — نفع کا کوئی شائبہ نہ ہونا چاہئے، ہجرت محض رضائے خداوندی اور صرف دین و ایمان ہی کے جذبہ سے ہونی چاہئے۔ دل کو دیگر خواہشات و جذبات سے قطعاً پاک ہونا چاہئے اس لئے کہ دل ہی وہ ظرف ہے جس میں توحید کا سوتا سماتا ہے اور وہیں سے اس کا چشمہ ابلتا ہے، اور اسی کی طاقت سے بندۂ مومن اپنے تمام معاملات میں صرف خدائے بزرگ و برتر ہی پر بھروسہ کرتا ہے اور اس کا ہر ہر عمل اسی کی رضا جوئی کے لئے ہوتا ہے، اس کے تصور و خیال، نیت و ارادہ، حرکت و عمل ایک ایک چیز میں توحید ہی کا اثر جلوہ گر ہوتا ہے۔ خلوص نیت ہی پوری زندگی کے لئے ایک مکمل و ممتاز لائحۂ عمل بخشتا ہے اس میں شبہ نہیں کہ ہجرت ہی وہ سب سے اہم و بڑا کام ہے جس میں دلوں کا امتحان ہوتا ہے اگر نیت درست اور خلوص سے لبریز ہے تب تو یہ اسلامی ہجرت کہلائے گی ورنہ نہیں، اس لئے کہ ہجرت مال و دولت و منصب سے امن و عافیت، نفسانی لذتوں اور خواہشات کی تکمیل یا کسی اور دنیاوی فائدہ کے لئے نہیں ہوتی وہ تو صرف اللہ کی خوشنودی اور اس کی راہ میں دکھ تکلیف جھیلنے کے لئے ہوتی ہے

جو شخص کسی دنیاوی غرض یا کسی عورت سے شادی کرنے کی خاطر ہجرت کرے گا تو یہ اس کی اندرونی کمزوری اور اس حرص و طمع کی علامت ہوگی جو یہ تصور و خیال پیدا کرتی ہے کہ زندگی کے وسائل اور رزق، کسی خاص خطۂ زمین ہی سے حاصل ہوسکتے ہیں اور وہ خاص ماحول و حالات ہی میں منحصر ہیں، وہ کچھ ایسے ذرائع سے جڑے ہوئے ہیں کہ اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو زندگی کی راہیں مسدود ہوجائیں۔ رزق کے اسباب و وسائل اور زندگی کے بقاء و نجات کے بارے میں یہ بالکل غلط وہم و گمان ہے اور یہ نفسانی خواہشات اور لذتوں کو پورا کرنے کی غلط راہ ہے حدیث شریف میں اسی مرض کا علاج بتایا گیا ہے تاکہ زندگی کے قافلہ میں مومن کے ہر عمل اور ہر ہر نقل و حرکت میں اس کے تصور و احساسات میں توحید و اخلاصِ نیت ہی کی جلوہ گری ہو۔ اس حدیث سے دل کے وساوس و خطرات کا علاج کھل کر اس طرح سامنے آجاتا ہے کہ کوئی شک و ابہام نہیں باقی رہ جاتا

مفہوم حدیث :

تمام اعمال کے اندر نیت کے واجب ہونے کی مختلف صورتیں ہیں۔

۱- ائمۂ کرام نے از قسم عبادات تمام اعمال کے اندر نیت کو واجب کہا ہے مثلاً نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ وضو وغیرہ جن میں

(باقی ص پر)

میں آسکتی تھی۔ ان کی تعداد بہت کم ہوتی تو سمجھ میں آسکتی تھی لیکن ان کی موجودہ حجم کی صورت میں کہ دنیا کی پانچ ارب آبادی میں وہ ایک ارب سے زیادہ ہیں۔ دنیا کے سیاسی طور پر ڈیڑھ سو تسلیم شدہ ملکوں میں ایک تہائی کے قریب ہیں۔ متحدہ اقوام میں وہ جس رائے کی طرف ہو جائیں اس رائے کا ناکام ہونا ممکن نہیں۔ وہ دنیا کے ملکوں کی برادری میں کوئی ایک موقف اپنائیں تو ان کے موقف کو گرایا نہیں جاسکتا وہ اپنی زمینی دولتوں کو صحیح ڈھنگ سے استعمال کریں تو دنیا کے بڑے بڑے ملک ان کے قدموں پر گر جائیں گے۔ وہ متحد کر اپنی سیاست بنائیں تو دنیا میں کوئی بڑا فیصلہ ان کی رائے معلوم کئے بغیر نہ ہو سکے گا۔

لیکن ہو کیا رہا ہے مسلمان ان تمام طاقتوں اور صلاحیتوں کے باوجود ان کے برعکس حالات میں جو چھوٹے سے چھوٹا گروہ بھی آپس میں کئی کئی ٹکڑیوں میں بٹا ہوا ہے اور ایسی حالت کہ دشمن سے بھی نہ ہوگی۔ بھائی بھائی سے جدا ہے۔ بلکہ اس کو گرانے اور شکست دینے کی خاطر دشمن سے بھی مدد لے لیتا ہو۔ اسلام کی عزت ملت کی عزت اپنے گروہ و ادارہ کی عزت کے بجائے اپنی صرف اپنی عزت کی فکر میں لگا ہوا ہے۔ وہ اپنی عزت کے لئے خواہ وہ صرف دکھاوے کی اور جھوٹی عزت ہو اپنے خاندان کی اپنی ملت کی عزت کو برباد کر سکتا ہے افراد سے لے کر اداروں حکومتوں اور بین الاقوامی برادری تک بھی مسلمانوں کا یہی طرز عمل نظر آرہا ہے۔ ایسی صورت میں اس قوم کی ترقی و کامیابی کی اچھی توقعات کہاں قائم کی جاسکتی ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود اس عظیم دین کے تابعداروں کے لئے مایوسی کی بات نہیں ہے۔ اس میں امید کی کرن ان اسلامی تعلیمات میں ہے جو ہم کو قرآن و حدیث سے ملتی ہیں۔ ان کو اگر ہم اپنا لیں تو ہم اپنی تمام کمزوریوں کو دور کر سکتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی تاریخ میں بار بار پیش آیا ہے کہ ملت اتنی گر گئی کہ اس کا ٹھنڈا شعلہ محسوس ہونے لگا، اتنے میں خدا کا ایک بندہ اٹھا اور اس نے اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلتے ہوئے اصلاح کی جد و جہد کی اور وہ جد و جہد کامیاب ہوئی اس لئے یہ امت اتار چڑھاؤ سے تو گذری لیکن ختم یا تباہ نہ ہوئی۔

آج ضرورت ہے کہ ہم غور کریں کہ ہم اپنی ان کمزوریوں کو کیسے دور کر سکتے ہیں، جو ہم کو تباہی و بربادی میں ڈالے ہوئے ہیں ہم کو چاہئے کہ ہم ان کمزوریوں کی اصلاح کی فکر کی طرف جلد ہی توجہ کریں۔ باہر کے دشمن سے لڑنے سے قبل ہم کو اپنے اندر کے دشمن سے لڑنا ہوگا۔ بخار میں مبتلا آدمی کو پہلے اپنے بخار کو دور کرنے کی فکر کرنا چاہئے تاکہ وہ صحت کے ساتھ طاقت آزمائی میں مضبوط ثابت ہو سکے ہماری طاقت و عظمت کا راز اس میں پوشیدہ ہے کہ ہم تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ " کہ نیکی کے کام میں اور تقویٰ و احتیاط کے سلسلہ میں آپس میں تعاون کرو۔ معصیت کے کام اور دوسرے پر زیادتی کے سلسلہ میں تعاون نہ کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ " لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَقَاطَعُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا "

آپس میں غصہ نہ کرو اور نہ آپس میں حسد کرو، اور نہ سازش کرو اور نہ آپس میں مقاطعہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

ہم تنہا ان دو نصیحتوں کو اپنے سامنے رکھیں۔ اور اپنی زندگی کو ان کے مطابق ڈھالیں تو ہماری وحدت مضبوط دیوار کی طرح بن سکتی ہے۔ ہماری طاقت ناقابل شکست چٹان بن سکتی ہے ہمارا معاشرہ شاندار سیرت و کردار کا معاشرہ بن سکتا ہے کہ جس کو دیکھ کر ہمارے دشمن رشک کریں اور صرف رشک ہی نہیں بلکہ اس کی طرف مائل ہونے اور اس کی نقل کرنے کی طرف لپک کر بڑھیں اور ہماری رہنمائی اور سرپرستی میں اپنے کو دینے کے خواہشمند ہوں کیا ایسا ہمارے ماضی میں نہیں ہوا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال کے عرصہ میں جو معاشرہ تربیت دے کر تیار کیا تھا اس معاشرہ نے دنیا کے ایک بڑے حصہ کو اپنا گرویدہ اور نیازمند نہیں بنا لیا۔ حالانکہ ان کی مادی طاقت اپنے دشمنوں کی مادی طاقت سے کم تھی ان کی تعداد ان کے دشمنوں کی تعداد سے کم تھی ان کے وسائل اور سامان زندگی دشمنوں کے وسائل و سامان زندگی سے کم تھے، لیکن ان کے پاس ایمان کی طاقت تھی بے غرضی اور اخلاص کی طاقت تھی۔ اللہ کے حکم کے سامنے سر جھکا دینے اور خواہش نفس پر غالب رہنے کی طاقت تھی، اور آج ہمارے پاس یہ طاقتیں موجود نہیں ہم خدا کے حکم اور ملت کے مفاد کے لئے اپنی اندرونی خواہش و جذبۂ نفسانیت کے معمولی جزو کو بھی قربان نہیں کر سکتے۔ ہمارے کسی معمولی ذاتی مفاد کا نقصان ہو یا اپنی جھوٹی عزت کے کسی جزو کو دھکا پہونچتا ہو تو ہم شریف سے شریف آدمی کو ذلیل کر کے رکھ دیں۔ ملت کے بڑے سے بڑے مفاد کو قربان کر دیں، خدا و رسول کے اہم سے اہم حکم کو پامال کر دیں، ایسی صورت میں نتیجہ معلوم ہے کہ پہلے ملت کی تباہی پھر اس کے افراد کی بربادی اور ذلت، آج افسوس کی یہی بات ہے کہ امت اسلامیہ بین الاقوامی، پھر بین الملکی، پھر من حیث الجماعت، پھر من حیث الافراد اسی ذلت و نکبت میں مبتلا نظر آرہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان آج کے حال پر منطبق ہو رہا ہے کہ انتم غثاء كغثاء السيل۔ کہ تم تعداد کی زیادتی کے باوجود سیلاب کے لائے ہوئے جھین کی طرح ہو گئے۔ یعنی دیکھنے میں بہت لیکن حقیقت و افادیت میں کچھ نہیں۔

بقیہ : عمل کی قبولیت …..

عام طور پر عملاً نیت مطلوب ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک حدیث کے الفاظ گویا اس طرح ہیں: صحة الأعمال بالنيات یعنی عمل کے صحیح ہونے کا انحصار نیت پر ہے۔ اعمال کا ا. ل. استغراق کے لئے ہے یعنی تمام اعمال جیسا کہ طلاق اور آزاد کرنا وغیرہ اس لئے کہ اگر کنایہ میں بھی نیت پائی جائے گی تو وہ کنایہ صراحت کے درجہ میں ہوگا۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں لفظ اعمال کے بعد ثواب مقدر یعنی پوشیدہ ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اعمال پر ثواب اسی وقت ملے گا جب نیت پائی جائے گی، اگر نیت نہ پائی گئی تو ثواب نہیں ملے گا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طہارت اور دیگر تمام عبادتیں نیت کے بغیر نہیں صحیح ہو سکتیں۔

خطابیؒ کا کہنا ہے کہ حدیث میں اعمال سے مراد عین عمل نہیں ہے اس لئے کہ وہ حسی طور پر مشاہدہ میں آرہا ہے نیت ہو یا نہ ہو۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں اعمال کے احکام کا صحیح ہونا نیت پر منحصر ہے کہ نیت ہی صحیح ہونے یا نہ ہونے کا فرق کیا جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کی رائے یہ ہے کہ وسائل مثلاً وضو اور غسل ان میں نیت کا پایا جانا ضروری نہیں۔ امام غزالی نے نیت کے بارے میں عمل کے محرک کا اعتبار کیا ہے یعنی اگر عمل پر دنیاوی محرکات غالب ہیں تو اس عمل پر اجر نہ ملے گا، اور دینی محرکات غالب ہیں تو اجر ان محرکات ہی کے بقدر ہوگا اور اگر دنیاوی اور دینی دونوں محرکات برابر ہیں تو کچھ بھی نہ ملے گا۔

فائدہ : تیمی فرماتے ہیں: کہ نیت کا درجہ عمل سے بھی بڑھ کر ہے کہ اچھے کام کی نیت کر لینے کے بعد اگر وہ کام نہ بھی ہو سکے تو نیت کا ثواب مل جاتا ہے اس کے برعکس اگر کوئی اچھا کام کرے اور نیت نہ ہو تو اس عمل پر کوئی اجر نہ ملے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے "جس نے کسی نیکی کا ارادہ کیا اور اس کو کر نہ سکا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جائے گی، اور اگر کر لیا تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی" آپؐ سے یہ بھی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا "مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے" پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیت کا درجہ عمل سے کم ہے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیت عمل سے بھی بڑھ کر ہے۔

"ہجرت ہر اس شخص پر واجب ہے جو کسی ایسی جگہ رہتا ہو جہاں کفر اور گمراہ کن بدعات کا غلبہ ہونے کے سبب اپنے دین کے اظہار سے عاجز و بے بس ہو اس کو واجبات کے ادا کرنے سے روکا جاتا ہو اس لئے کہ جس چیز کے بغیر واجب ادا نہ کیا جاسکتا ہو اس کا کرنا بھی واجب ہے۔ اگر وہ اپنے دین کے اظہار پر قدرت رکھتا ہے تو پھر ہجرت مسنون ہے" یعنی اس کے لئے ہجرت مستحب ہے تاکہ مسلمانوں کی تعداد کو بڑھانے اور جہاد کی صلاحیت پیدا کرنے پر قادر ہو سکے۔

حدیث کے فوائد :

نفس انسانی بہر حال نفس انسانی ہے بھول چوک اور نفس کی کمزوری اس کے خمیر میں داخل ہے لہٰذا وہ کبھی کبھی اچھے زمانہ اور معاشرہ میں رہتے ہوئے بھی لذتوں کے سامنے ڈگمگا جاتا ہے مشکلات و دشواریوں کے سامنے سست و کمزور پڑ جاتا ہے اس صورت میں ایسے نفوس کی اصلاح و تربیت سے مایوس ہو جانا مناسب نہیں

بقیہ صہ ۱۶

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

دینِ حق و دعوتِ اسلام

ایک فلک بوس اور سدا بہار درخت

وہ تقریر جو ۳ ستمبر ۱۹۹۱ء کو لیسٹر (LEICESTER) انگلستان کے اسلامک فاؤنڈیشن میں اہل علم اور دعوتی اور تحقیقی کام کرنے والوں کے ایک وسیع مجمع میں کی گئی۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ (سورۃ ابراہیم : ۲۴-۲۵)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے؟ (وہ ایسی ہے) جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط (یعنی زمین کو پکڑے ہوئے) ہو اور شاخیں آسمان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا اور میوے دیتا ہو اور خدا لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے کہ وہ نصیحت پکڑیں۔

حضرات!

میں یہاں حاضر ہوا تو مجھے یہاں کی سرگرمیوں اور یہاں کے دعوتی و تحقیقی کاموں کو دیکھنے کا شوق تھا اور میرے ذہن میں کوئی خاص مضمون نہیں تھا، اور نہ یہ بات متعین تھی کہ مجھے کچھ عرض کرنا ہے، میں تو یہاں ایک زائر اور ایک استفادہ کرنے والے کی حیثیت سے آیا تھا، لیکن مجھے حکم ہوا کہ میں آپ کے سامنے کچھ عرض کروں، میں بیٹھنے کے بعد بالکل خالی الذہن تھا اور میں نے اس کو خدا پر چھوڑ دیا تھا اور اس کا بارہا تجربہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوتی ہے، اور قرآن مجید ہر موقع پر مدد کرتا ہے اور راستہ کھول دیتا ہے، اور نئی نئی حقیقتیں اور اپنے اعجاز کے نئے پہلو سامنے لاتا ہے ابھی آپ کے سامنے جو آیت پڑھی گئی وہ تنہا کافی ہے، دنیا کے کسی عہد میں بھی دین کی دعوت کا، اسلام کے تعارف کا، اور لوگوں کو دنیا کے خطرات سے نکالنے کا، اور زندگی کو نہ صرف برباد کرنے بلکہ زندگی کو باعثِ اذیت اور خدا سے بُعد کا ذریعہ بنانے کی آزمائش سے نکال کر نجات کے راستہ پر لگانے کا جب بھی ذکر کیا جائے گا تو یہ آیت اس کی رہنمائی کے لئے کافی ہے اور اس کے اندر قرآن مجید کا اعجاز جھلک رہا ہے۔

قرآن مجید جیسا کہ میں نے بعض مرتبہ عرض کیا کہ مجموعی حیثیت سے بھی وہ معجزہ ہے، اور انفرادی حیثیت سے بھی، یعنی ایک ایک آیت بھی اس کا الگ الگ معجزہ ہے بلکہ اگر میں (عربی زبان کے ایک طالب علم کی حیثیت سے) یہ کہوں کہ اس کا ایک ایک لفظ بھی مستقل معجزہ ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ کسی ملک اور کسی عہد میں بھی دین کا کام کیا جائے، دین کے تعارف کا کام کیا جائے، اسلام کی طرف دعوت دینے کا کام کیا جائے، اسلام کے محاسن کو پیش کرنے کا کام کیا جائے اور لوگوں کو زندگی اور زندگی کے بعد کے خطرات سے نکالنے کا کام کیا جائے تو یہ آیت اس کی پوری تصویر کھینچ دیتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ (سورۃ ابراہیم : ۲۴-۲۵)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے؟ (وہ ایسی ہے) جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط (یعنی زمین کو پکڑے ہوئے) ہو اور شاخیں آسمان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا (اور میوے دیتا) ہو اور خدا لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

اس آیت میں مکانی رقبہ بھی آگیا اور زمانی رقبہ بھی آگیا اور اس کی بنیاد اور اس کا مرحلہ بھی آگیا اور اس کے نقطۂ عروج اور جن بلندیوں تک اسلام کی دعوت پہنچ سکتی ہے اس کا ذکر بھی آگیا۔

آپ ایک درخت کی حقیقت پر غور کیجئے (كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ) پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ اچھا درخت ہو "شَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ" ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں شرط ہے کام کی کامیابی کے لئے کتنی ہی بڑی ذہانت اور کتنے بھی بلند مقاصد کتنے ہی وسیع وسائل، کتنی ہی بڑی جمعیت کتنی ہی بڑی تنظیم، کتنی ہی اپنے عہد کی علمی و صنعتی ترقیاں سب ساتھ ہوں تو وہ اللہ کے یہاں معتبر نہیں ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ مقصد صحیح ہو، داعی اور محرک صحیح ہو اور وہ دعوت بذاتِ خود صحیح ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے؟

پہلی شرط تو یہ ہے کہ کلمہ طیبہ ہو، صرف کلمہ ہونا کافی نہیں، دنیا میں ایک بہت بڑی غلطی یہ ہوتی رہی ہے، ادبیات کی تاریخ بتاتی ہے شاعری کی تاریخ بتاتی ہے، ذہانت و حکمت کی تاریخ بتاتی ہے، یونان کے فلسفہ و منطق کی تاریخ بتاتی ہے کہ لوگوں نے کلمہ کو کافی سمجھ لیا، کلمہ ہونا چاہئے اور اس کے اندر انسان کی ذہانت جھلکنی چاہئے، اس کے اندر مضمون آفرینی ہونی چاہئے، انسان کے مطالعہ کی گہرائی ہونی چاہئے، اظہارِ بیان کی طاقت ہونی چاہئے، دنیا میں زیادہ تر اسی پر زور دیا گیا ہے، آپ ساری دنیا کے ادبیات کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ان سب میں "کلمہ" پر زور ہے "کلمۂ طیبہ" پر زور نہیں۔

پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ کلمہ طیبہ ہو، اس کا مقصد صحیح ہو، بات جو کہی جائے وہ صرف اتنا کافی نہیں کہ وہ فصیح و بلیغ ہے، بعض لوگوں نے اس کو کافی سمجھا ہے، اگر آپ مذہبی، دینی نفسیات کی تاریخ پڑھیں اور دعوتوں کی تاریخ پڑھیں، تو بہت جگہ ایسا ہوا ہے کہ بہت سے لوگوں نے کلمہ کو کافی سمجھا ہے کہ بات اچھی طرح (TACTFULLY) کہی جارہی ہے، لیکن وہ خود بجائے خود صحیح ہے اس کا رشتہ صحیح ہے، وہ خالق کائنات سے، الہام اور اس کی رہبری سے اخذ کی گئی ہے، وہ صحفِ سماویہ سے لی گئی ہے، وہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم سے ماخوذ ہے، یا صرف اس میں انسان کی فصاحت و بلاغت ہی ہے، اس کا زورِ بیان ہے، اس کی شاعری کی لطافت ہے؟

کلمۂ طیبہ کی مثال دینے کے لئے دنیا میں سیکڑوں، ہزاروں چیزیں ہو سکتی تھیں، موتی، جواہرات، سونا، چاندی، پھول، پھل سب سے تشبیہ دی جاسکتی تھی، لیکن "کلمۂ طیبہ" کے بار آور ہونے اور اس کے ثمر دار ہونے اور اخیر عہد تک اس کے کام کرتے رہنے کی مثال درخت سے بہتر نہیں ہو سکتی، درخت کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ وہ شجرۂ طیبہ ہو، یہ نہیں کہ آپ نیم کا درخت لگائیں اور آپ اس سے آم کی امید رکھیں، آپ کانٹے بوئیں اور آپ اس سے پھول کی توقع کریں، خود وہ شجرہ بھی طیبہ ہونا چاہئے جیسے کلمہ طیبہ ہوتا ہے، اس کی تعریف میں کہا گیا ہے "كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ" اب اس کے بعد قرآن کا اعجاز ہے وہ کہتا ہے:-

أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ — جس کی جڑ مضبوط ہو اور شاخیں آسمان میں۔

آپ ان الفاظ کی وسعت اور ان کی لطافت پر غور کریں تو ان میں سب کچھ کہہ دیا گیا ہے، اس میں ادیانِ سماویہ کی تاریخ آگئی، اس میں نبوات اور پیغمبروں کی مساعی اور کوششوں کی تاریخ آگئی، اس میں ان روحانی تبدیلیوں اور انقلابات کی تاریخ آگئی جس کا احاطہ اس وقت تک نہیں کیا گیا، اور احاطہ کرنا مشکل ہے، سیکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں لاکھوں مثالیں ایسی ہوں گی مخلصین کے کلام کی کہ جن کا کوئی ریکارڈ ہمارے سامنے نہیں ہے۔

تو ایک تو یہ کہ وہ ایسا شجرۂ طیبہ ہو کہ "أَصْلُهَا ثَابِتٌ" اس کی جڑ تو زمین میں ہوگی "وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ" اور اس کی شاخ آسمان سے باتیں کرتی ہوگی، ایک انسان کی زبان سے کلمہ نکلے گا لیکن وہ قوموں کی تقدیر بدل دے گا، زمانہ کا رُخ بدل دے گا، سوچنے کا طریقہ بدل دے گا، قوموں کی قومیں دین حق میں داخل ہوں گی۔

اس کے لئے میں ایک مثال جو اس وقت میرے ذہن میں آئی آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ آپ یہ دیکھیں کہ ایک چھوٹا سا کلمہ کیا کام کرتا ہے؟ اس کے لئے میں عرض کروں اپنے فاضل دوستوں کے سامنے کہ محض مطالعہ، محض ذہانت محض پیش کرنے کا بہتر سے بہتر طریقہ، الفاظ کا انتخاب، انشاء پردازی، اور خطابت کا زور تنہا کافی نہیں ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دل کی گہرائیوں سے نکلا ہو، اور اسلام کو جو اس وقت آپ دنیا میں پھیلا ہوا دیکھ رہے ہیں، اسلام کی جو فتوحات ہیں ان میں ایک بہت بڑا عامل (FACTOR) یہ تھا کہ جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ ع

ہرچہ از دل خیزد بر دل ریزد

اس کی ایک مثال میں دیتا ہوں جو اس وقت میرے ذہن میں آئی ہے، مثالیں تو بہت ہیں پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ (T. W. ARNOLD) نے اپنی کتاب ("PREACHING OF ISLAM") میں ایک واقعہ لکھا ہے ترکی اور ایرانی تاریخوں میں بھی یہ واقعہ آیا ہے لیکن تھوڑے فرق کے ساتھ پہلے تو میں آرنلڈ کے بیان کو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اس کے بعد پھر ترکی اور فارسی تاریخوں میں جو واقعہ ذکر ہے وہ بیان کروں گا۔

تو تغلق تیمور[1] تاتاریوں کی ایک شاخ کا شاہزادہ تھا جس کا پایۂ تخت کاشغر تھا، آپ کو معلوم ہے کہ ساتویں صدی ہجری اور تیرھویں صدی عیسوی میں تاتاریوں نے ترکستان اور ایران پر حملہ کیا اور پھر اس کے بعد وہ بغداد تک پہنچ گئے۔ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور عالم اسلامی کی چولیں ہلا دیں ایسا نظر آنے لگا کہ اب اسلام دنیا میں ایک طاقت کی حیثیت سے باقی نہیں رہے گا، ان کی ایک شاخ (وہ مختلف شاخوں میں تقسیم ہو گئے تھے) جو ترکستان پر حکمراں تھی اور یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ اس وقت ترکستان میں ایک نیا انقلاب ہوا ہے اور ہم اس حالت میں اس کا ذکر کر رہے ہیں کہ اس کا نام لینے سے ہمارے دل پر چوٹ نہیں لگتی جس میں ایران بھی شامل تھا، اس کا وہ ولی عہد تھا، ابھی اس کی تاج پوشی نہیں ہوئی تھی تاج پوشی کے بعد وہ اس پورے قلمرو کا حکمراں ہوتا، وہ شکار کے لئے نکلا اور آپ کو معلوم ہے (شاید آپ میں سے بہت سے لوگ شکار کھیلتے ہوں) کہ شکاریوں کے کچھ توہمات ہوتے ہیں ان کے یہاں کچھ روایات ہوتی ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں وہ محض اتفاقات ہوتے ہیں۔

لیکن خدا کو کچھ اور منظور تھا، تو تغلق تیمور ہرن یا شیر کا شکار کرنا چاہتا تھا، اور اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ دین حق اس کو اپنا اسیر و تابع بنالے اور تاتاریوں کی ایک پوری شاخ اسلام کی حلقہ بگوش بن جائے۔

تو تغلق تیمور اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں شکار کے لئے نکلا ہر طرف پہرے بٹھا دیئے گئے کہ کوئی باہر کا آدمی شکارگاہ میں داخل نہ ہونے پائے ایک ایرانی بزرگ شیخ جمال الدین کہیں جا رہے تھے، وہ نادانستہ اس شکارگاہ میں داخل ہو گئے ان کو مشکیں باندھ کر شہزادہ کے سامنے حاضر کیا گیا، خان نے ان سے غضبناک ہو کر کہا کہ ایک ایرانی سے تو کتا ہی بہتر ہوتا ہے، شیخ نے کہا کہ ہاں یہ سچ ہے اگر ہم کو اللہ تعالیٰ دین حق کی نعمت و عزت نصیب نہ فرماتا تو ہم سے کتا ہی بہتر ہوتا، خان نے شیخ سے پوچھا کہ دین برحق کیا چیز ہے؟ شیخ نے اسلام کے عقائد ایسی گرم جوشی اور ایسے دینی ولولہ سے بیان کئے کہ اس کا پتھر کا دل موم کی طرح پگھل گیا، شیخ نے حالتِ کفر کا بھی ایسا ہیبتناک نقشہ کھینچا کہ خان پر لرزہ طاری ہو گیا، خان نے شیخ سے کہا کہ جب آپ سنیں کہ میری تاج پوشی ہو گئی تو آپ مجھ سے ضرور ملیں۔[2]

یہ دل سے نکلی ہوئی بات تھی اس لئے اس میں کوئی منطقی اثر ہو یا نہ ہو لیکن اس کے دل پر اس کا اثر پڑا اور یہ من جانب اللہ بات تھی، میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ جب تک دعوت میں وہ دل شامل نہ ہو جو نور باطن سے منور اور دردمند ہے، اور وہ بات دل کی گہرائی سے نہ نکلی ہو تو اس کا وہ اثر نہیں ہو سکتا کہ زندگی میں انقلاب پیدا کر دے۔

یہ تو روایت ہے آرنلڈ کی، لیکن ترکی اور فارسی کے ماخذ میں جو زیادہ معتبر ہیں یہ ہے کہ اس نے ان سے پوچھا کہ کتا زیادہ عزت رکھتا ہے یا ایرانی؟ انھوں نے نہایت اطمینان سے یہ جواب دیا کہ ابھی اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، اس نے کہا ابھی اس کا فیصلہ کیوں نہیں ہو سکتا؟ یا کتا زیادہ عزت رکھتا ہے یا کہو کہ میں، وہ اس کی تیاری میں تھا کہ اگر وہ یہ کہہ دیتے کہ میں بہتر ہوں تو وہ تلوار سے ان کا سر اڑا دیتا، اور اگر کہتے کہ کتا زیادہ عزت والا

[1] غالباً یہی نام بعد میں تغلق کے نام سے پکارا جانے لگا، محمد تغلق، فیروز تغلق شاہانِ ہند بھی ترکی الاصل تغلق خاندان ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

[2] [illegible]

گے ملاحظہ ہو دعوت اسلام ترجمہ از ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ [illegible] ص ۲۳۵-۲۳۶

بے تو آپ کہاں چلے جاؤ، اس نے کہا کہ اس میں انتظار کی کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا کہ اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوا تو میں عزت والا ہوں ورنہ یہ کتا معزز ہے۔ اس نے پوچھا کہ ایمان کیا ہوتا ہے؟ انھوں نے ایمان کی تشریح کی۔

اس کے بعد وہ برابر اس کے انتظار میں رہے کہ یہ اطلاع ملے کہ تغلق تیمور کی تاجپوشی ہو گئی ہو تو میں جاؤں اور یہ واقعہ یاد دلاؤں، لیکن ان کی قسمت میں نہیں تھا، جب وہ عالم سکرات میں تھے، آخری وقت تھا تو انھوں نے اپنے صاحبزادہ شیخ رشید الدین کو بلایا اور کہا کہ دیکھو بیٹا! میری قسمت میں تو یہ سعادت نہیں تھی لیکن شاید تمہاری قسمت میں ہو، جب سُنا کہ تغلق تیمور کی تاج پوشی ہو گئی اور وہ بادشاہ ہو گیا تو اس سے ملنا اور یہ واقعہ یاد دلانا۔

یہاں سے آرنلڈ اور ترکی کتابوں کا بیان مشترک ہے وہ یہ کہ جب شیخ رشید الدین نے سنا کہ تغلق تیمور کی تاج پوشی ہو گئی تو وہ گئے، اس کے شاہی محل میں تو ان کو کون اندر جانے دیتا، جب ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو انھوں نے ذرا فاصلہ پر ایک درخت کے نیچے مصلیٰ بچھایا اور وہاں نماز پڑھنی شروع کی، جب نماز کا وقت آتا اذان دیتے اور نماز پڑھتے، اور وقتوں میں تو اذان کی آواز نہیں پہنچی، لیکن فجر میں ایک دن جو کہ سناٹے کا وقت ہوتا ہے محل میں آواز آئی، اس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ یہ کیسی مجنونانہ صدا ہے؟ یہ کیا صدائے بے ہنگام ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بادشاہ سلامت! (وہ جس طرح بھی خطاب کرتے ہوں) ایک مجذوب سا شخص ہے، وہ کچھ اٹھتا بیٹھتا ہے اور یہ آواز لگاتا ہے، اس نے کہا کہ پکڑ لاؤ اُسے، وہ لائے گئے تو اس نے کہا تم کون ہو؟ اور یہ کیا آواز لگاتے ہو؟ انھوں نے کہا آپ کو کچھ یاد ہے ایک مرتبہ آپ شکار میں گئے تھے تو ایک ایرانی عالم آپ کو ملے تھے شیخ جمال الدین، ان سے آپ کا کچھ مکالمہ ہوا تھا، اس نے کہا کہ ہاں یاد ہے، انھوں نے کہا کہ میں یہ شہادت دینے آیا ہوں کہ ان کا ایمان پر خاتمہ ہوا، اس نے اسی وقت کلمہ پڑھا، آرنلڈ نے بھی یہ لکھا ہے اور ترکی فارسی کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے، اس نے کلمہ پڑھا اور اپنے ایک رازدار اور سربرآوردہ امیر کو بلایا اور تنہائی میں کہا کہ دیکھو میں نے اپنے متعلق فیصلہ کیا ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اب تم اپنے متعلق سوچو، انھوں نے کہا کہ حضور میں تو بہت دنوں سے مسلمان ہوں آپ کے ڈر سے ظاہر نہیں کرتا تھا، اس کے بعد پھر اس طرح پوری کی پوری شاخ سو فیصدی مسلمان ہو گئی۔[1]

میں عرض کر رہا تھا "کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ" یہ محض اتفاقی لفظ نہیں ہے، قرآن مجید میں کوئی اتفاقی لفظ نہیں ہوتا، پہلی شرط یہ ہے کہ "شجرۂ طیبہ" ہو، یہ نہیں کہ آپ برگد کا درخت لگا دیں، نیم کا درخت لگا دیں، کانٹے بو دیں اور آپ ان سے اچھے پھل پھول کی امید کریں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ "شجرۂ طیبہ" ہو، پھر اس شجرۂ طیبہ کی جو صفت خدا نے بیان کی وہ بالکل اس کے دین کی صفت ہے کہ "أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ" جڑ تمہیں نظر آئے گی زمین پر، اور شاخیں تمہیں نظر آئیں گی آسمان پر، اب آپ اسلام کی تاریخ پڑھئے کہ کس پستی کی حالت میں، کس بے سروسامانی کی حالت میں، کس کمزوری کی حالت میں اس کی ابتدا ہوئی اور پھر اس کی شاخیں کہاں تک پہنچیں۔

"تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا" یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے ہر زمانہ میں وہ اللہ کے حکم سے پھل دیتا رہے گا، یہ محض "شجرۂ طیبہ" نہیں "شجرۂ خالدہ" ہے، یہ زمانہ کے تغیرات کا تابع نہیں ہے، بہت سے درخت ہیں جو اپنی عمر پوری کر لیتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں، جانور ان کو تباہ کر دیتے ہیں اور خود ان کا لگانے والا بھی ان کو کاٹ دیتا ہے، تو اس میں بتایا کہ اس کی مکانی وسعت تو یہ ہے کہ وہ زمین سے اٹھتا ہے اور آسمان تک جاتا ہے، یہ تو اس کی مکانی وسعت ہے اور زمانی وسعت یہ ہے کہ "تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا" وہ اپنے پھل ہر زمانہ میں اللہ کے حکم سے دیتا ہے۔

اب آپ دیکھئے یہ برطانیہ ہے جب اس کی حکومت ہندوستان کے برصغیر پر تھی تو کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ خاص اس کے دار الحکومت لندن میں اور اس کے قرب و جوار میں اسلامی مطالعہ کے مراکز قائم ہوں گے اور اسلام کی دعوت وہاں پیش کی جائے گی، ایک وقت تو ایسا آیا تھا کہ ہندوستان میں عیسائیت کے مبلغ (پادری) میدان میں آگئے تھے اور انھوں نے حکومت کو بھی یقین دلا دیا تھا کہ یسوع مسیح نے ہم کو یہ ملک دیا ہے اور ہمیں ان کے مذہب کی تبلیغ کرنی چاہئے، مسلمانوں تک (خاکم بدہن) ارتداد کا خطرہ چھانے پر خطرہ

۱؎ تاتاری حملہ کی ہیبت ناکی اور پھر پوری تاتاری نسل و قوم کے قبول اسلام کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے ملاحظہ ہو مصنف مقالہ کی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" حصہ اول کا باب "فتنۂ تاتار اور اسلام کی ایک نئی آزمائش" ص ۳۰۲-۳۳۴

پیدا ہو گیا تھا، اس کی بنا پر مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے "اظہار الحق" جیسی معرکۃ الآرا کتاب لکھی اور آگرہ میں پادری فنڈر سے اُن کا مناظرہ ہوا جس میں اس کو شکست فاش ہوئی، مولانا سید محمد علی مونگیری نے اس خطرہ سے ندوۃ العلماء کی تحریک چلائی، مجھے معلوم ہے کہ اس کے پس منظر (BACKGROUND) میں عیسائی مبلغین کی سرگرمیوں اور ان کے نتائج کا خطرہ کام کر رہا تھا، انھوں نے ایسے علماء و مبلغین کا تیار کرنا ضروری سمجھا جو دوسرے مذاہب کا مطالعہ کر سکیں، وہ کسی مغربی زبان (بالخصوص انگریزی سے) بھی واقف ہوں اور جغرافیہ اور تاریخ سے بھی آشنا ہوں، اور اس نئی نسل کو اس کی مانوس زبان میں خطاب کر سکیں اور مسائل حاضرہ میں مسلمانوں کی رہنمائی کریں۔

"تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا" ہر زمانہ میں وہ پھل دے گا اللہ کے حکم سے، آج آپ اپنی آنکھوں سے اس آیت کا تحقق دیکھ رہے ہیں کہ وہ شجرۂ طیبہ جو آخری رسول نے لگایا تھا اور جس کی جڑ زمین میں تھی، کہاں تھی؟ جزیرۃ العرب میں تھی، جو سیاسی حیثیت سے، فکری حیثیت سے، علمی حیثیت سے، اور مالی حیثیت سے، ہر حیثیت سے دنیا کا پسماندہ ترین علاقہ تھا، اور ساری دنیا سے کٹا ہوا تھا، "أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ" اس کی شاخیں کہاں تک گئیں؟ اس کی شاخیں آسمان تک گئیں، آپ دیکھیں کہ اس کی اشاعت و فتوحات کے نتیجہ میں کتنی سلطنتیں پیدا ہوئیں، اس کے نتیجہ میں کتنی دانش گاہیں، کتنی جامعات وجود میں آئیں، کتنے مراکز ہدایت و تربیت قائم ہوئے، کتنے محقق پیدا ہوئے، کتنے مفکر پیدا ہوئے، کتنے ادیب پیدا ہوئے اور کتنا بڑا لٹریچر تیار ہوا، کسی ایک زبان میں بھی اگر آپ اس کا احاطہ کرنا چاہیں تو مشکل ہے، جو کلمہ کہا گیا تھا جزیرۃ العرب میں بیٹھ کر وہ کلمہ آج ساری دنیا میں پھیل رہا ہے، اور وہ اپنے پھل دے رہا ہے، شجرۂ طیبہ کی طرح پھل پھول رہا ہے۔

اس وقت کسی طویل تقریر کی ضرورت نہیں، اہل علم کا مجمع ہے، اہل فکر اور مطالعہ کرنے والوں کا مجمع ہے، میں عرض کروں گا کہ دعوت کے لئے دو، تین چیزوں کی ضرورت ہے۔

ایک تو واقفیت کی ضرورت ہے کہ نفسیات انسانی سے واقفیت ہو، اور زبان کی ضرورت ہے، زبان کی بڑی اہمیت ہے اور آپ حضرات نے بہت صحیح قدم اٹھایا ہے، میں اس کی داد دیتا ہوں اور اس کی تحسین کرتا ہوں کہ آپ نے بہتر سے بہتر انگریزی زبان میں اسلام کو پیش کرنے کا انتظام کیا ہے اور اس کے لئے آپ لوگوں کو تیار کر رہے ہیں، تو ایک تو عقل سلیم کی، ذہانت کی، ضرورت ہے، اور دوسرے زبان کی ضرورت ہے کہ اچھی سے اچھی زبان میں دعوت دی جائے، بہت سے حلقوں میں یہ غلط فہمی ہے کہ زبان کی کوئی اہمیت نہیں ہے، آدمی کو جس طرح بن پڑے، اپنے خیالات ظاہر کر دینے چاہئیں، لیکن جب ہم سیدنا عبد القادر جیسے زاہد فی الدنیا اور متوکل علی اللہ اور ان سے پہلے امام حسن بصری کے مواعظ پڑھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ زبان کی کیا اہمیت ہے، اور انھوں نے زبان کو کیا اہمیت دی ہے اور کس زبان میں انھوں نے اپنے مخاطبین اور معاصر نسل کو خطاب کیا ہے کہ اس سے بہتر مشکل ہے، یہ مسلّم ہے عربی ادب کی تاریخ میں کہ حجاج اور حسن بصری سے بڑا کوئی بلیغ نہ تھا، اور حسن بصری کو فوقیت حاصل ہے حجاج پر، پھر اس کے بعد ہر دور میں آپ دیکھیں گے، حضرت علی مرتضیٰؓ کو چھوڑ دیجئے وہ تو أبلغ البلغاء تھے، لیکن اس کے بعد ہر دور میں آپ دیکھیں گے، آپ ابن الجوزی کو لیجئے، اعلیٰ سے اعلیٰ زبان انھوں نے استعمال کی، اور تاریخ و ادب کے ایک مدرس کی حیثیت سے بھی اور ادب کے نمونوں کو جمع کرنے والے ایک جامع کی حیثیت[1] سے بھی کہتا ہوں کہ جن کی طرف خیال بھی نہیں جا سکتا تھا ان کی کتابوں میں وہ ادبی ٹکڑے ملتے ہیں جن کو ادب کے شہ پارے (MASTER PIECE) کہنا چاہئے، ہم نے اس سلسلہ میں امام ابن تیمیہ کا بھی نام لیا ہے اور شیخ محی الدین ابن عربی کا بھی نام لیا ہے، جہاں خیال بھی نہیں جا سکتا ہے، وہاں بھی آپ کو ایسے ادبی نمونے ملیں گے، پھر سیدنا عبد القادر جیلانیؒ سے بڑھ کر دنیا میں زاہد اور مدح و ذم سے بے پرواہ کون ہوگا، ان کے جو مواعظ محفوظ ہیں، ان کو دیکھئے، اور میں یہ عرض کروں گا کہ بزرگوں کے مواعظ زیادہ قابل اعتبار ہیں، اس لئے کہ لوگوں نے تبرکاً ان کو جوں کا توں نقل کیا ہے، بادشاہوں کے فرامین یا ادباء کا کلام اتنا محفوظ نہیں ہے، اس کو لوگ بدل دیتے ہیں لیکن بزرگوں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو لوگ بجنسہٖ نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ان میں برکت سمجھتے ہیں، یہ بات تاریخی و ادبی لحاظ سے بھی ایک واقعہ ہے کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں پورے

۱؎ کتاب "مختارات من الأدب العربي" کی طرف اشارہ ہے جو بہت سی ہندوستانی و عرب جامعات و مدارس میں داخل نصاب ہے۔

وثوق کے ساتھ کہ یہ انھیں کے الفاظ ہیں، اگر آپ ان کے مواعظ کے مجموعہ کو دیکھیں تو آپ کو حیرت ہوگی، بعض مرتبہ معلوم ہوتا ہے کہ بادل گرج رہا ہے، اور بجلیاں کوند رہی ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ اب بجلی گری، اب بجلی گری۔

تو ایک تو چیز ہے علم و معرفت، دوسری چیز ہے زبان کی تاثیر اور قوت، اور تیسری چیز ہے اخلاص و دردمندی، یعنی خود دل پر چوٹ ہو اور جو چیز نکلے صرف قلم سے نہ نکلے بلکہ قلب سے نکلے تب اس کا اثر ہوگا، اگر ہم نے ان "عناصر اربعہ" کا خیال رکھا تو مغربی ممالک میں، اور اس نئے بدلے ہوئے زمانہ میں اور مختلف زبانوں کے بولنے والوں میں تحریری و تقریری طور پر دین صحیح کی دعوت ضرور اثر انداز ہوگی، اور اللہ تعالیٰ اس کے بہتر سے بہتر نتائج عطا فرمائے گا، اس میں ہمارے لئے بہت بڑی بشارت اور فال نیک ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا" ورنہ آدمی یہ کہتا کہ زمانہ گزر گیا، اب یہ بیسویں صدی ہے، دنیا نے کتنی ترقی کر لی ہے، سائنس، پالیٹکس، ٹکنالوجی کی ترقی کہاں سے کہاں پہنچی، ذہن و فکر کا معیار بدل گیا ہے، اب وہ زمانہ نہیں رہا، اب اس وقت اسلام کی دعوت کوئی اثر نہیں کرے گی، تو قرآن نے "تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا" کہہ کر تسلی دی ہے اور تقویت کا سامان کیا ہے کہ کسی زمانہ کے، کسی جگہ کے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے اسلام کی دعوت دینے کا کیا فائدہ؟ قرآن نے "كُلَّ حِينٍ" کہہ کر زمانہ کی تحدید کو ختم کر دیا۔

لیکن یہ سب اللہ کے ارادہ اور قدرت سے ہوگا اس نے "بِإِذْنِ رَبِّهَا" کہہ کر یہ بتا دیا کہ اپنی ذہانت پر، اپنی زبان کی مہارت پر اعتماد نہ کرو، بلکہ یہ بھی سمجھو کہ اللہ ہی اگر چاہے گا تو اثر ہوگا، اس کے اندر دعوت کا پورا نقشہ آگیا ہے۔

میں اس کو محض اتفاقی بات نہیں کہوں گا، میں اتفاقات کا قائل نہیں، یہ بھی منجانب اللہ بات تھی، میں یہاں آکر اس کرسی پر بیٹھ گیا تھا اور میرا ذہن خالی تھا، میں نے سوچا کہ تقریر کہاں سے شروع کروں گا؟ قاری صاحب کو اللہ جزائے خیر دے انھوں نے یہ آیت پڑھی اور میں نے کئی بار تجربہ کیا، امریکہ اور یورپ کے دورہ میں خاص طور پر کہ میں بعض اوقات بالکل خالی الذہن ہوتا تھا، پے در پے پروگرام ہوتے تھے، ابھی ایک جگہ سے آیا، دوسری جگہ سے آیا، کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بات کہاں سے شروع کروں اور کیا بات کہوں، میں نے قاری پر چھوڑ دیا، قاری نے آیت پڑھی اور گویا بالکل میرے لئے آیت پڑھی۔

حضرات!

میں اس مرکز کے ذمہ داروں، خاص طور پر محترمی حافظ احسن صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے مدعو کر کے اس قابل قدر مرکز کے معائنہ کا موقع دیا، میں آپ کے علمی تحقیقی اور تربیتی و اشاعتی شعبوں، اور اس عظیم عمارت اور اس کے سلیقہ و نظام کو دیکھ کر بہت مسرور ہوں، لیکن میں دین کے ایک طالب علم کی حیثیت سے یہ بات ضرور کہوں گا کہ دعوتی و تعلیمی مرکز کو کسی خاص مکتب خیال، دعوت و جماعت کی تشہیر و دعوت کا ذریعہ نہ بنایا جائے، صرف اللہ کی رضا مطلوب ہو اور یہ کہ اسلام اپنی صحیح و عمومی شکل میں دوسروں تک پہنچے اور اللہ ان کو ہدایت دے، اس کا ثواب اُن کو ضرور پہنچے گا جنھوں نے اسلام کے تعارف و تفہیم کی طرف رہبری کی اور اس کا سامان مہیا اور مواد فراہم کیا، لیکن اس میں جماعتی عصبیت یا شخصی تقدس و عظمت کا عقیدہ نہیں ہونا چاہئے، اسلام کو بحیثیت اسلام و دین حق کے پیش کرنا چاہئے، اس میں کسی کی اجارہ داری نہیں، ہمارا شعار اور اعلان خاص طور پر عیسائی ملک اور مغربی ماحول میں وہی ہونا چاہئے جس کی قرآن نے تعلیم دی ہے:-

تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ۔ (سورۂ آل عمران - ٦٤)	جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ وہ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔

میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ اعزاز بخشا، اعتماد کا اظہار فرمایا اور خطاب کا موقع دیا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

جہاد و احتساب

ائمہ دین اور علمائے حق کے نمونے

ڈاکٹر محسن عثمانی (لکچرر جواہر لال نہرو یونیورسٹی)

نظریۂ احتساب پر تنقید کے پس پردہ مقصد یہ ہے کہ تاریخ اسلام میں حکومت وقت کے خلاف تنقید اور احتساب کی تمام کوششوں کو خلاف اسلام ثابت کر دیا جائے، حضرت حسینؓ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی مقاومت کو بھی تنقید کا ہدف بنایا جا چکا ہے۔ نظریہ احتساب کو منہدم کرنے کے بعد ان تمام اسلامی تحریکات کو مطعون کرنا آسان ہو جاتا ہے جو خلافت علی منہاج النبوۃ کا مطالبہ کرتی آئی ہیں یا حکومت کی روش کو اسلامی تعلیمات کے مطابق دیکھنا چاہتی ہیں۔ اور پھر اس کے بعد توافق ایڈجسٹمنٹ پسپائی اور ہزیمت کے فلسفہ کی اشاعت بے روک ٹوک ممکن ہو جاتی ہے۔ ہم مسلمانوں کے لئے قرآن و سنت کے بعد صحابۂ کرام اور تبع تابعین کی زندگی نمونہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم

سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے پھر اس کے بعد وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے۔

آیئے پیچھے کی طرف لوٹیں اور دیکھیں ڈیڑھ ہزار سال پہلے جو لوگ مشکوٰۃ نبوت سے براہ راست اکتساب نور کر چکے تھے یا اکتساب نور کرنے والوں کے دیدار سے مشرف ہو چکے تھے۔ یا دیدار کرنے والوں کا دیدار انھوں نے کیا تھا۔ ان کا دین احتساب، جہاد دین تھا یا نہیں۔ اور انھوں نے سیاسی اجتماعی نظام کی اصلاح کی جد و جہد کی تھی یا نہیں کی تھی۔

قرآن نے زمین پر انسان کی نیابت و خلافت کا اعلان کیا تھا۔ اور عبادت کو مقصد تخلیق قرار دیا تھا۔ عبادت و عبودیت کے کچھ تو داخلی تقاضے تھے اور کچھ خارجی۔ داخلی تقاضے کے تحت اللہ کے لئے خوف و خشیت اور تذلل کی کیفیت مطلوب تھی، خارجی تقاضے کے تحت احکام الٰہی کی تنفیذ اور اجتماعی نظام کا قیام مطلوب تھا۔

داخلی اور خارجی دونوں تقاضے اپنے صحیح توازن کے ساتھ خلافت راشدہ کے دور میں پورے ہوتے رہے۔ خلافت راشدہ کے خاتمے کے بعد مسلمانوں کا اجتماعی اور سیاسی نظام مطلوب معیار کے مطابق باقی نہیں رہا اور اس میں رخنے پڑ گئے، چونکہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں احتساب کی روح پھونکی تھی۔ اس لئے ان رخنوں کی درستگی کے لئے کوششیں شروع ہوئیں۔ پہلی کوشش حضرت امام حسینؓ کی تھی جب ملوکیت کے دور کا آغاز ہوا تو ایسا ہرگز نہیں تھا کہ مسلمانوں کا پورا اجتماعی نظام سر سے پیر تک غیر اسلامی بن گیا ہو۔ مسجدیں آباد تھیں، معاشرے میں خدا کا خوف بھی تھا، تلاوت اور ذکر الٰہی سے عوام و خواص دونوں مانوس تھے، مقدمات کے فیصلے اسلام کے نظام قضا کے تحت تھے پھر ملوکیت کا یہ دور اسلامی فتوحات کے اعتبار سے بے حد روشن اور تابناک بھی تھا۔ مسلمانوں کے سر پر حکومت بھی تھی۔ سب کچھ تھا۔ لیکن خلافت علی منہاج النبوۃ باقی نہیں رہی تھی۔ ایوان حکومت کی کارروائیوں پر دین کی بالادستی کم سے کمتر ہوتی جا رہی تھی۔ اور اس کے غلط اور مضر اثرات معاشرے پر پڑنا شروع ہو گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ علماء و صلحاء کا طبقہ حکومت سے دور ہو گیا، دینی حلقوں میں تنفر اور ناراضی بڑھ رہی تھی۔ حضرت حسینؓ کا یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا دینی طبقے کی رائے عامہ کا ایک مظہر تھا۔ کسی نے ان کے اقدام کو غلط نہیں قرار دیا۔ حضرت حسینؓ کی شہادت پر پوری امت کا اتفاق ہے تمام ائمہ اہل سنت ان کے طرفدار اور حامی رہے ہیں۔

"امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ یزید کو پسند نہیں کر سکتا"

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۴ ص ۴۸۳)

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"جس شخص نے حضرت حسینؓ کو شہید کیا ان کے قتل میں مدد کی یا ان سے راضی ہوا اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ نہ ان کے عذاب کو دور کرے گا اور نہ اس کا عوض قبول کرے گا۔"

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۴ ص ۴۸۷)

مجدد الف ثانی کہتے ہیں:

"یزید سعادت توفیق سے محروم اور زمرہ فساق میں داخل ہے"

(مکتوبات امام ربانی جلد ا المکتوب ۲۵۱)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کہتے ہیں:

"گمراہی کی دعوت دینے والا شام میں یزید اور عراق میں مختار تھا۔"

(حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم ص ۲۱۳)

۲۔ واقعہ کربلا کے پیش آنے کے بعد عالم اسلام میں رنج اور قلبی اذیت کی لہر دوڑ گئی مذہبی حلقہ یزید اور بنی امیہ کا مخالف تھا۔ نئے سرے سے اجتماعی اور سیاسی نظام کی چول اپنی جگہ بٹھانے اور واقعہ کربلا کا انتقام لینے کے لئے اطراف ملک میں ہر طرف تحریکیں اٹھ کھڑی ہوئیں ان تحریکوں میں سب سے نمایاں تحریک حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی تھی وہ عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ کا پیکر تھے۔ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ ان کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی تصویر تھی۔ اس سکون و استغراق کے ساتھ نماز پڑھتے تھے کہ قیام کی حالت میں بے جان ستون معلوم ہوتے تھے۔ رکوع اتنا طویل ہوتا تھا کہ دوسرے لوگ سورہ بقرہ ختم کر دیتے تھے اور ان کا رکوع ختم نہ ہوتا سجدہ کی طوالت سے پرندے ان کی پیٹھ پر بیٹھ جاتے تھے۔ خانہ کعبہ کے محاصرے کے زمانہ میں جبکہ ہر طرف سنگ باری ہو رہی تھی، وہ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ حطیم میں نماز پڑھتے تھے۔ روزے اور حج وغیرہ تمام ارکان سے یہی ذوق و شغف تھا۔ سنت نبوی کا رشتہ ہاتھ سے کبھی چھوٹتا نہیں تھا۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی یہ زاہدانہ و عابدانہ زندگی عبادت کے داخلی تقاضوں کا مظہر تھی۔ عبادت کے خارجی تقاضوں کا مظہر ان کا یہ انقلابی کارنامہ ہے کہ جادۂ شریعت سے منحرف ہوتی ہوئی حکومت کی راہ میں وہ مزاحم ہو گئے اور جب قوت مزاحمت ختم ہو گئی اور انھوں نے دیکھا کہ حجاج ابن یوسف کی منظم فوج سے مقابلہ جاری رکھنے کی کوئی اور صورت باقی نہیں اور ان کے ہزاروں ساتھی یا تو شہید ہو چکے ہیں یا ساتھ چھوڑ چکے ہیں تو وہ اپنی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے تمام ساتھی جدا ہو چکے جو تھوڑے سے جاں نثار باقی رہ گئے ہیں ان میں مقابلے کی تاب نہیں اور دشمن رعایت دینے کے لئے آمادہ بھی ہے۔ ایسی حالت میں آپ کیا فرماتی ہیں۔

اس سوال پر صدیق اکبر کی بیٹی نے اپنے بیٹے کو جو جواب دیا اس پر عورتوں کی تاریخ ہمیشہ فخر کرے گی۔ انھوں نے کہا:

"تم کو اپنی حالت کا اندازہ خود ہوگا اگر تم حق پر ہو اور حق کے لئے لڑتے ہو تو اب بھی اس کے لئے لڑو کہ تمہارے بہت سے ساتھیوں نے اس کے لئے جان دی ہے اور اگر دنیا طلبی کے لئے لڑتے تھے تو تم سے برا کون خدا کا بندہ ہوگا کہ خود کو ہلاکت میں ڈالا اور اپنے ساتھ کتنوں کو ہلاک کیا اور اگر یہ عذر ہے کہ حق پر ہو لیکن اپنے مددگاروں کا ساتھ چھوٹنے کی وجہ سے مجبور ہوئے تو یاد رکھو کہ یہ شریفوں اور دینداروں کا شیوہ نہیں۔ تم کو کب تک دنیا میں رہنا ہے۔ جاؤ حق پر جان دینا دنیا کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے"

یہ جواب سن کر حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے اپنی والدہ سے عرض کیا:

"اماں مجھے خوف ہے کہ میرے قتل کے بعد بنی امیہ میری لاش کو مثلہ کر کے سولی پر لٹکائیں گے۔"

بہادر ماں نے جواب دیا:

"ذبح ہو جانے کے بعد بکری کو کھال کھینچنے سے تکلیف نہیں ہوتی جاؤ خدا سے مدد مانگ کر اپنا کام پورا کرو۔ میں ہر حالت میں صبر و شکر سے کام لوں گی۔ تم مجھ سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے تو صبر سے کام لوں گی اور اگر کامیاب ہوئے تو تمہاری کامیابی پر خوش ہوں گی۔"

پھر بیٹے کو انھوں نے دعائیں دیں اور گلے لگا کر رخصت کیا اور کہا کہ جاؤ بسم اللہ اپنا کام پورا کرو۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ شہید ہو گئے اور ان کا اندیشہ صحیح ثابت ہوا۔ حجاج نے لاش سولی پر لٹکائی۔ کئی دن کے بعد حضرت اسماء کا ادھر سے گذر ہوا تو انھوں نے سولی پر لٹکی ہوئی لاش دیکھ کر فرمایا:

"کیا یہ سوار ابھی سواری سے نہیں اترا؟"

(باقی آئندہ)

ایک سلطان کی غریب پروری

استاد / ابو محمد

ترجمہ / محمود حسن حسنی

جن اسلامی شخصیات کی ہم تاریخ پڑھتے ہیں، خواہ وہ حکام ہوں یا قاضی، امراء ہوں یا سپہ سالار وغیرہ وغیرہ، زیادہ تر انکے متعلق جو کارنامے ہمارے سامنے آتے ہیں، وہ یا تو ان کی مدت حکومت کے بارے میں ہوتے ہیں یا ان کے جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں، یا اللہ کے دین کی نصرت وخدمت میں ان کی کوششوں اور قربانیوں کے بارے میں ہوتے ہیں، اور بسا اوقات ان کی تصانیف کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اگر وہ لکھنے کا ذوق رکھتے ہیں، یا ان روایات کے متعلق معلومات ہوتی ہیں جو انکے سلسلے میں مشہور ہوئیں۔

لیکن ذاتی سیرت واخلاق اور نجی زندگی کے تقوی اور انابت الی اللہ کے احساسات اور فقراء ومساکین سے محبت اور کی خدمت اور محض اللہ کیلئے انجام دیئے ہوئے اعمال، ظاہری کمالات میں دب کر رہ جاتے ہیں اور مؤرخین ان کو نمایاں نہیں کرتے

تاریخ کے گہرے مطالعہ کے دوران بعض بڑے فاتحین، شہنشاہ اور قائدین کے ظاہری کمالات اور فضائل کے درمیان بعض ایسے چھوٹے واقعات ملتے ہیں جو نجی زندگی سے متعلق ہیں، اور بڑے سبق آموز ہیں،

ان ہی میں سے ایک واقعہ ابو المسک کافور اخشیدی کا ہے، جو فاطمیوں سے پہلے مصر کا حاکم تھا اور اسکے زیر انتظام مصر اور اطراف مصر کا بڑا علاقہ تھا، قارئین میں کم ہی ایسے لوگ ہونگے جو یہ جانتے ہوں کہ "کافور اخشیدی" نجی زندگی میں بڑا متقی اور اللہ کا خوف رکھنے والا تھا، اور غرباء مساکین کی فکر کرنے والا تھا، اسکا معمول تھا کہ عید کی رات کو قاہرہ میں تمام حاجتمندوں کو خاموشی کے ساتھ اتنا تقسیم کرتا جو انکے عید منانے کے لئے کافی ہوسکے۔

اسکے بے نظیر واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے جسے ان کے خزانچی "ابو بکر محلی" نے بیان کیا ہے، کہ وہ ہر عید کے موقع پر ان کو غریب علاقوں میں بھیجا کرتا تھا، ان کے ساتھ قاہرہ کے حاجتمندوں کا رجسٹر ہوتا جس میں ان لوگوں کے نام اور پتے درج ہوتے اور ایک محافظ بھی ہوتا، اور رہبر بھی، جو ایسے گھروں کو بخوبی جانتا ہو، یہ ہر اس گھر پہونچتے جس کا رجسٹر میں ذکر ہوتا، اور گھر والے سے کہتے: ابو المسک کافور نے آپ کو عید کی مبارکباد کا پیغام بھیجا ہے اور کہا ہے:

"اپنا عید کا خرچ اس رقم سے چلایئے"

ایک موقع پر ابو بکر نے اس رجسٹر میں ایک نئے نام کا اضافہ پایا، وہ نام "عبداللہ بن جابار" کا تھا، جنکو قاہرہ آئے ہوئے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے، "ابو بکر محلی" کہتے ہیں کہ وہ اس گھر پہونچے تو وہاں سے ایک ایسا شخص نمودار ہوا جس پر بے خوابی کے اثرات تھے۔

ابو بکر نے کہا: ابو المسک کافور نے آپ کو عید کی مبارکباد کا پیغام بھیجا ہے۔

اس شخص نے کہا: اللہ خوب جانتا ہے کہ میں شاہ کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا گو رہتا ہوں اس اللہ سے جو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

ابو بکر نے کہا: اور اس نے آپ سے کہا ہے، اپنا عید کا نفقہ اس سے چلایئے اور (یہ کہتے ہوئے ابو بکر نے) انکی طرف سو دینار بڑھائے، ابن جابار نے لینے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا: ہماری اس محبت کو کسی بھی دنیوی فائدہ سے ملوث نہ کیجئے، اس کو اللہ کے لئے رہنے دیجئے،

ابو بکر نے بڑی کوشش کی کہ وہ اسکو قبول کرلیں لیکن انھوں نے انکے چہرے پر گھبراہٹ اور پریشانی کے آثار دیکھے، تو وہ خاموش ہوگئے، کافور کے پاس پہونچکر تفصیلات بتائیں اور کہا، اللہ آپ کے لئے ہر دعا کو جو اس رات آپ کیلئے کی گئی قبول کرے۔

کافور نے کہا: ساری تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھکو اپنے بندوں کو راحت پہونچانے کا ذریعہ بنایا،

ابو بکر نے کچھ دیر کے بعد کافور کو ابن جابار کا قصہ سنایا، تو کافور نے کہا: عبداللہ دنیادار لوگوں میں نہیں ہیں، لیکن تم اس کے پاس پھر جاؤ، جب وہ تم سے کہیں، کیا تم ہمارے پاس نہیں آئے تھے، تو تم صرف سورہ طٰہٰ کی یہ آیتیں تلاوت کرنا۔

"طٰہٰ، مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ، إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ، تَنزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ الْعُلَى، الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ، لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ"

پھر کہنا، کافور نے آپ سے کہا ہے "میں کون ہوں؟ حبشی غلام کافور کیا چیز ہے؟ بلکہ یہ ساری مخلوق کیا ہے؟ کیا اللہ کی ملکیت سے کوئی بچا ہے؟ یہ دینے والا کون ہے؟ اور کس کی دیئے کو آپ لوٹا رہے ہیں، آپ نے جس سے مانگا تھا، وہی آپ کو دے رہا ہے،

ابو بکر بیان کرتے ہیں، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، وہ میرے قریب آئے اور مجھ سے وہی سب کچھ کہا جسکی کافور کو امید تھی، تو میں نے کچھ اور نہیں کہا، صرف ان آیات قرآنیہ کو پڑھا، اور کافور کا پیغام سنایا، انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، اور دیر تک گریہ کی کیفیت طاری رہی میں خاموش یہ منظر دیکھتا رہا، کچھ دیر کے بعد آنسو تھمے اور کانپتے ہوئے ہاتھوں کو بڑھاتے ہوئے انھوں نے کہا: کہاں ہے جو کچھ تمہارے پاس ہے"

میں نے کافور کی دی ہوئی رقم بڑھادی۔ عبداللہ بن جابار نے کہا: کافور نے ہم کو تہذیب نفس کے سبق سکھادیئے،

ابو بکر پھر کافور کے پاس لوٹ آئے اور یہ واقعہ سنایا، تو وہ اللہ کا شکر بجالاتے ہوئے کافور سربسجود ہوگیا اور کہا:

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے اپنے بندوں کو رحمت پہونچنے کا ذریعہ بنایا،

پھر وہ عید کی نماز کیلئے روانہ ہوگیا کافور نے نماز کو جانے کے لئے اپنی سواری اس وجہ سے مؤخر کردی تھی کہ یہ جانتے کہ ابن جابار نے کیا جواب دیا،

ہم ملاحظہ کریں کہ ابو بکر کی مہم جو عشاء کی نماز کے بعد شروع ہوئی تھی باوجود رات کے دراز ہونے کے صبح کو چاشت کیوقت تکمیل کو پہونچی۔

جزاه الله خير الجزاء و اجزل ثوابه

حدیث نبوی شریف:

من أراد أن تستجاب دعوته و تفرج كربته فيفرج عن معسر

ترجمہ:- جو چاہتا ہے کہ اسکی دعا قبول ہو اور اس کی پریشانی دور ہو وہ کسی پریشان حال کی پریشانی کو دور کرے۔ (رواہ ابن ابی الدنیا)

بقیہ شب و روز

موضوع کی وضاحت کی، آپنے فرمایا کہ آج مسلمان انتشار وافتراق کے شکار ہیں ان کا شیرازہ بکھر چکا ہے، یہی سب وہ اسباب تھے جن کی وجہ سے روس ان کے ہاتھوں سے چلا گیا، اور وہاں کے مسلمان ذلت وخواری کے شکنجوں میں گرفتار ہوگئے آج مسلمان ترقی کے خواہاں ہیں تو ان کی ترقی کا واحد راستہ اتحاد واتفاق ہے۔

"وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا"

کے الفاظ تو بڑی قوت کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔ مگر کوئی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

الوداعی جلسہ

۲۹ جنوری کی صبح فضیلت دوم اور تخصص دوم کے طلبہ کے لئے حزن واداسی کی صبح تھی فارغ ہونے والے طلبہ نے اپنے اس مادر علمی میں آنے اور داخلہ لینے کی خوشی ومسرت کا اظہار کیا، اور اب رخصت ہوتے ہوئے کس قدر رنجیدہ وافسردہ ہیں اس کو بیان کیا۔

فضیلت اول کے طلبہ نے اپنے ان فارغ ہونے والے بھائیوں کو ملول خاطری کے ساتھ رخصت کیا۔ اور فضیلت دوم اور تخصص دوم کے طلبہ نے رخصت ہوتے ہوئے اپنے گذرے ہوئے دنوں کو یاد کرکے شکر گذاری، اور رنج وملال سے ملے جلے جذبات کا اظہار کیا۔

اس جلسہ کی صدارت حضرت مولانا دامت برکاتہم نے فرمائی، اخیر میں حضرت مولانا نے رخصت کرتے ہوئے نصیحت کے طور پر کچھ باتیں فرمائیں جو اختصاراً ذیل میں پیش کئے جارہے ہیں۔

۱۔ اہل سنت والجماعت کے عقائد کو دل و جان سے اپنالیں۔

۲۔ سلف سے عقیدت واحترام قائم رکھیں

۳۔ تعلق مع اللہ اور فرائض کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔

۴۔ دار العلوم ندوۃ العلماء (مادر علمی) سے تعلق ہمیشہ رکھیں۔

۵۔ مطالعہ کا سلسلہ برابر جاری رکھیں۔

۶۔ زبانوں اور ملکوں کے چیلنجوں کو سمجھیں اور اس کی مدافعت کے لئے بھرپور کوشش کریں۔

۷۔ عربی زبان میں مہارت اور ذوق پیدا کریں

سرخ روس کا انجام

از / حکیم عبدالقوی دریابادی

مولوی حکیم عبدالقوی صاحب دریابادی اپنے قابل صد احترام عم بزرگوار مفسر قرآن اور اسلوب ماجدی کے موجد مولانا عبدالماجد دریابادی کے لائق جانشین ہیں اور ان کی تحریروں سے مولانا مرحوم کی تحریروں کی یاد آجاتی ہے عرصہ سے اپنی علالت کی وجہ سے قلم چھوڑ چکے ہیں۔ "تعمیر حیات" کے لئے قابل مسرت بات ہے کہ انھوں نے خاص اس شمارہ کے لئے یہ تحریر عنایت فرمائی ہے۔ (ادارہ)

بچپن میں اخبار بینی غالباً ۱۹۲۰ء میں شروع کی۔ اس وقت مطالعہ سید جالب دہلوی کے زیر ادارت نکلنے والے روزنامہ "ہمدم" لکھنؤ اور کبھی کبھی خواجہ حسن نظامی کے جاری کردہ اخبار "رعیت" دہلی تک محدود تھا۔ غیر ملکی خبروں میں سب سے زیادہ اہمیت بالشویک روس کو حاصل تھی جس کے لیڈروں "لینن" اور "ٹراٹسکی" نے روس کے شہنشاہ "زار نکولس" کا تختہ ۱۹۱۷ء میں الٹ کر اس کو مع اس کے سارے خاندان کے بڑی بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ لیکن وہاں کی اس نئی عوامی حکومت (سرخ روس) نے کچھ ہی عرصہ کے بعد مذہب دشمنی کے جذبہ سے سرشار ہوکر عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں خصوصاً وسط ایشیا کے مسلمانوں پر بڑے مظالم ڈھائے، اور اسلام کی بیخ کنی کی کوشش کی بخارا کی قدیم اسلامی مملکت کو تہ وبالا کیا۔ ٹرکی کی مشہور شخصیت جنرل انور پاشا نے بڑی بہادری سے اس کا مقابلہ وسط ایشیا میں کیا۔ لیکن ۱۹۲۲ء میں اس مرد غازی کو جو اس وقت دنیائے اسلام کے مشاہیر میں شمار ہوتا تھا روس کی انتہائی طاقتور فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت پینا پڑا اس وقت بالشویک روس جو اب کمیونسٹ روس کہا جانے لگا تھا اس سے دل میں عقیدت کے بجائے نفرت پیدا ہوگئی۔ اس زمانہ کے واقعات ان سطور کی تحریر کے وقت بے ساختہ یاد آرہے ہیں اور اب ۱۹۹۱ء میں بالکل بے سان وگمان دنیا کی اس دوسری عظیم ترین مملکت سودیت روس کا جس طرح خاتمہ ہوا، اس پر بہترین تبصرہ اسلامی نقطۂ نظر سے "تعمیر حیات" کے تازہ شمارہ (۱۰ جنوری ۱۹۹۲ء) میں نظر سے گزرا۔

عم مرحوم مولانا عبدالماجد دریابادی زندہ ہوتے تو یقیناً اپنی مخصوص انشاء میں عصر حاضر کے اس اہم ترین واقعہ پر قلم اٹھاتے۔ افسوس! ان کا جاری کردہ اخبار "صدق جدید" جس کی ادارت یہ خاکسار کر رہا تھا بھی میری خرابیٔ صحت کی وجہ سے بند ہو چکا ہے۔ ورنہ میں اس موضوع پر کچھ نہ کچھ ضرور خامہ فرسائی کرتا ملک کے سب ہی اخباروں نے اس انقلاب روس پر اپنے اداریئے لکھے لیکن جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اسلامی نقطۂ نظر سے بہترین اداریہ "تعمیر حیات" ہی کا رہا۔

مولانا دریابادی مرحوم نے اس عظیم ترین روس کے قاہر ترین حکمراں "اسٹالن" کی موت پر جو مضمون "صدق جدید" میں:

"عظیم باپ اسٹالن بستر مرگ کا نقشہ بیٹی کے قلم سے"

تحریر فرمایا تھا "تعمیر حیات" کے سرورق ملاحظہ ہو۔

بقیہ عالم اسلام

کی تعمیر میں نہایت فراخدلانہ تعاون کر رہا ہے خصوصاً شمالی بنین کے دیہات وقصبات میں اس طرح کے کام زیادہ ہورہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ۱۹۹۱ء میں چار ماہ کے اندر رابطہ عالم اسلامی نے وہاں کے مدارس عربیہ کی جو مالی اعانت کی ہے اس کا تخمینہ ۸۷۰،۰۰۰ سعودی ریال سے کیا گیا ہے اس کے علاوہ ادارہ قرآن کی جانب سے ۵ ٹن درسی کتابیں مدارس میں تقسیم کی غرض سے بنین ارسال کی گئی ہیں۔

حیات دوام نذرانۂ عقیدت

مولانا عبد اللہ عباس ندوی

حیات دوام، نذرانۂ عقیدت:
پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد الحئی (پدم بھوشن)
صفحات: ۵۵۰ علاوہ تصاویر
سرورق رنگین و دلکش، کاغذ اعلیٰ
ملنے کا پتہ: حشمت جی اگزیبیشن روڈ پٹنہ
ناشر: زبان اردو، ہندی، انگریزی
قیمت، درج نہیں ہے۔

صوبہ بہار کے ایک سربرآوردہ ڈاکٹر محمد عبد الحئی صاحب مرحوم ومغفور سے متعلق مضامین وتاثرات اور ان کی وفات پر تعزیتی خطوط، اور ان کی زندگی کے مختلف مراحل کی یادگار تصاویر کا یہ مرقع ناشر حشمت جی پٹنہ نے آب وتاب سے شائع کیا ہے اس میں اس کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں چند اہم پیغامات ہیں جن میں اولین اہم بھی حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کا ہے۔ جن حضرات نے اپنے تاثرات اور اظہار عقیدت کے طور پر کلمۂ خیر لکھے ہیں ان میں امیر شریعت بہار مولانا منت اللہ رحمانی اور برکۃ العصر مولانا شاہ عون احمد قادری (خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف) ڈاکٹر کلیم الدین عاجز، سید شہاب الدین دسنوی، اور سب ہی اہم ترین شخصیات ہیں۔ ان تحریروں کو پڑھ کر ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کے متعلق ایک انتہائی شریف النفس، مخلص ترین طبیعت اور ہمدرد قوم اور باوجاہت مسلمان کا سراپا نظر آتا ہے

• حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کا تعلق زندگی سے منقطع ہوجاتا ہے اور سارے اعمال اس کے ساتھ جاتے ہیں سوائے تین باتوں کے جو دنیا میں قائم رہتے ہیں اور اس کا اجر اس کو ملتا رہتا ہے ایک صدقۂ جاریہ کا کام جس سے خلق خدا نفع اٹھاتی رہے، دوسرے علم جو اس نے دوسرے کو دیا ہے اور اس کے ذریعہ علم کے باقی رہنے کا سلسلہ جاری رہے اور تیسرا اولاد صالح جو اس کے حق میں دعائے خیر کرے۔

اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے ان اوراق کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا:

۱۔ "ڈاکٹر صاحب اپنے فن اور شعبہ سے متعلق مختلف ممتاز ملکی اور بین الاقوامی انجمنوں اور تنظیموں سے وابستہ رہے ساتھ میں قومی وملی تعلیمی وفلاحی اداروں سے بھی منسلک رہے۔" ص ۴۴

۲۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو قرآن کریم اور سیرت النبی سے دلی شغف تھا تلاوت اور مطالعۂ قرآن کی پابندی ہمیشہ رہی تجوید وقرأت کی صحت کی غرض سے عرصہ تک کسی نہ کسی حافظ قاری کی خدمت کرتے رہے" ص ۲۵

ظاہر ہے حافظ وقاری جن کی خدمت کی ہوگی ان سے علم قرأت کا سلسلہ جاری ہوگا اور اس ڈاکٹر صاحب کا بھی حصہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے دین وعطایں کمی نہیں ہے

۳۔ ڈاکٹر صاحب پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم تھا۔ جو نعمتیں انہیں عطا ہوئیں ان میں ایک بڑی نعمت اولاد صالح ہے اولاد ایسی بخشی جو دنیوی وجاہت کی وارث ہونے کے ساتھ دینی سرمایہ کی بھی امین ہے

اس دلکش مرقع میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کی شخصیت کے مختلف پہلو بہت آب وتاب کے ساتھ نمایاں ہیں۔ البتہ ایک کمی محسوس ہوئی کہ شروع کے چند صفحات میں ان کی مکمل سوانح عمری تعلیم، ماحول، خاندان، فنی امتیازات کا بھی ذکر ہوتا لیکن مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سابق استاذ مدرسہ شمس الہدیٰ کے مقالہ (الحاج ڈاکٹر محمد عبد الحئی) سے یہ کمی بھی پوری ہوگئی۔

ڈاکٹر احمد عبد الحئی صاحب رکن مجلس انتظامی ندوۃ العلماء) جو ایک کامیاب ترین سرجن ہیں اور ملک کے اندر اور باہر بھی ان کی فنی وعلمی شہرت ہے اپنے والد ماجد کے خلف الصدق ہیں۔ اور دینی و اخلاقی اعتبار سے امتیازی اوصاف کے حامل ہیں۔ انھوں نے ذوق وعقیدت کے ساتھ اس مجموعہ کو تیار کراکے آب وتاب سے شائع کیا ہے۔

تصحیح فرمالیں

تعمیر حیات شمارہ ۲۵ جنوری ۹۲ء صفحہ ۲ کالم ۱ آیت "یرفع اللہ الذین آمنوا منکم" غلطی سے "لا یرفع اللہ" چھپ گیا ہے۔ اس کو درست فرمالیں۔

جامعہ اسلامیہ اعظم گڈھ

وقت کی اہم ضرورت

جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڈھ میں اساتذہ وطلبہ کے سامنے مولانا سید محمد رابع حسنی عمید کلیۃ اللغۃ ندوۃ العلماء کا خطاب

مولانا تقی الدین صاحب ندوی، حال استاذ حدیث عین یونیورسٹی ابوظبی نے اپنے وطن اعظم گڈھ میں ندوۃ العلماء کے طرز پر مدرسہ قائم کیا ہے جس نے چند برسوں میں بڑی ترقی کرلی ہے، مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی اور ندوہ کے دیگر اور کئی اساتذہ کو مدرسہ میں مدعو فرمایا۔ اس موقع پر مولانا سید محمد رابع صاحب نے جو تقریر فرمائی وہ ہدیۂ ناظرین ہے

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

امّا بعد! حضرات علماء کرام، مولانا تقی الدین صاحب ندوی اور حضرات اساتذۂ کرام ومحترم رفقاء اور عزیز طلبہ!

یہ میرے لئے بڑی سعادت اور مسرت کی بات ہے کہ میں یہاں اس مدرسہ میں حاضر ہوا جس کی ابتدا اسی سال ہوئی ہے، اور مجھے دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ آغاز ہی میں اس مدرسہ نے جو شکل اختیار کرلی ہے اور اس کی ترقی کے آثار نمایاں ہیں، اس سے زبردست توقعات قائم ہوتی ہیں، اور مجھے امید ہے کہ یہ مدرسہ دینی تعلیم کا ایک بڑا مرکز بنے گا، اور اس سے قرب وجوار میں بلکہ دور دور تک فیض پہونچے گا۔ حقیقت میں اس طرح کے تمام مدرسے ایک خاندان ہیں، چاہے کوئی مدرسہ لکھنؤ میں یا سہارنپور میں ہو، یا دیوبند میں ہو ان سب کو ایک خاندان کے مدرسے ایک ہی خاندان کے افراد سمجھنا چاہئے اور ان میں سے کسی بھی مدرسہ میں کوئی شخص جاکر استفادہ کرے اور تعلیم حاصل کرے، تو وہ اپنے گوہر مقصود تک پہونچ سکتا ہے، بعض طلبہ میں یہ ذہن ہوتا ہے کہ ہم فلاں جگہ جائیں فلاں جگہ جائیں یہ بالکل ایک غیر مفید بات ہے، اصل بات یہ ہے کہ ہمیں کرنا کیا ہے؟ اور کس طرح کرنا ہے اور اس میں ہمیں کتنی محنت کرنی ہے، آپ کسی بھی جگہ بیٹھ کر محنت کرتے رہیں، دینی تعلیم حاصل کریں؟ تو آپ اپنے مقصد تک پہونچ سکتے ہیں۔

اس مدرسہ کی ایک بڑی اہمیت ہے ہمارے مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری ہیں، ماشاء اللہ علم کے اعتبار سے بھی اب یعنی دنیاوی لحاظ سے بھی انھوں نے علم کا بہت بڑا مقام حاصل کرلیا ہے، اس سے پہلے ان کو دینی تعلیم کا بڑا مقام حاصل تھا۔ دینی تعلیم میں سب سے بڑا مقام شیخ الحدیث کا ہوتا ہے، مولانا نے عرصہ تک شیخ الحدیث کی حیثیت سے ہندوستان کے مدارس میں درس دیا اور بخاری شریف پڑھائی ہے اور صحاح ستہ کا عرصہ تک درس دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو دینی تعلیم کا بھی بڑا اونچا مقام عطا فرمایا۔ اس کے ساتھ دنیاوی اعتبار سے بھی جو بڑا مقام یعنی آدمی پی۔ ایچ ڈی۔ کرلے وہ بھی ان کو الحمد للہ حاصل ہوا۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی ترقی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا بڑا حصہ ہے کیونکہ مولانا تقی الدین صاحب ندوی ان سے منسلک رہے اور ان سے فیض اٹھاتے رہے اور ان کے مشوروں پر عمل کرتے رہے، اور ان کو اپنا سرپرست سمجھتے رہے۔

سرپرست سمجھنا ہماری زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے جب کوئی کسی بزرگ کو اپنا سرپرست بناتا ہے، اور اس کے مشورہ پر عمل کرتا ہے اور اس کے کہنے کے مطابق چلتا ہے اپنی خواہشات کو دباتا ہے اس کی ہدایت پر اپنے ارادوں کو چلاتا ہے تو اس کو بڑا اونچا مقام حاصل ہوتا ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی ربڑ کی چیز کہ اس کو جتنا دبائیے اتنا ہی اچھلے گا، تو جب کوئی کسی بزرگ کے ماتحت کسی اچھے مشفق اور نگراں کے ماتحت اپنے آپ کو کردیتا ہے اس کی ہدایت پر چلتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑا اونچا مقام عطا فرماتا ہے، اور یہی بات مولانا تقی الدین صاحب کو حاصل ہوئی، کہ انھوں نے اس زمانہ میں جو قربانیاں دیں جو محنتیں کیں، اور جو تکلیفیں اٹھائیں اور جو اپنے بڑوں کا کہنا مانا اور جس کو پکڑ لیا اس کے کہنے پر چلتے رہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مقام عطا فرمایا جو دنیاوی اعتبار سے بھی قابلِ رشک مقام ہے اور دینی لحاظ سے تو بہت قابلِ رشک ہے مولانا جو علمی خدمت کررہے ہیں۔

حدیث شریف کی خدمت کررہے ہیں کتابوں کی اشاعت اس کی تشریح اور تعلیق اور اس کے علاوہ جو تدریس کا کام انجام دے رہے ہیں اس میں مولانا کو اختصاص حاصل ہے، میں سمجھتا ہوں کہ مولانا جس طرح حدیث شریف کو پڑھاتے ہیں بہت سے لوگ اس طرح نہیں پڑھا سکتے، اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو حدیث کے موضوع پر بڑا استحضار عطا فرمایا ہے یہ بات جاننے کی ہے، یہ سب حقیقت میں اپنے کو مٹانے سے ہوتا ہے، جب اپنے بڑوں کے کہنے پر آدمی چلتا ہے اور اپنی خواہشات کو بھی دباتا ہے، اپنے نفس کو دباتا ہے اور وہ کرتا ہے جس کا اس کو مشورہ دیا جاتا ہے۔ اور وہ نہیں کرتا جو اس کا دل چاہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑا بناتا ہے، چھوٹا بننے کے بعد آدمی بڑا بنتا ہے، اور چھوٹا نہ بنے تو بڑا مشکل ہوتا ہے۔

عزیز طلبہ! آپ جس لائن میں آتے ہیں۔ اور جو راستہ آپ نے اختیار کیا ہے وہ ہے دینی تعلیم کو حاصل کرنا دینی تعلیم حاصل کرنے کا جو طریقہ ہے اور جو راستہ ہے اس پر چلنا پڑے گا۔ اور اس پر جب آپ چلیں گے اور صحیح طریقہ پر چلیں گے تب آپ کو کامیابی حاصل ہوسکتی ہے، وقت گذر جاتا ہے کسی طریقے سے کھاتے پیتے، پڑھتے پڑھاتے، لیکن وہ کامیابی نہیں حاصل ہوسکتی جس کامیابی کے لئے یہ چیزیں شرط ہیں، اور صرف دینی تعلیم میں نہیں بلکہ دنیا کی تعلیم میں بھی یہ سب چیزیں شرط سمجھی جاتی ہیں، کہ آدمی اپنے نفس کو دبا کر اس راستے پر چلے جس راستہ کو اس نے اختیار کیا ہے، ان مدارس کو آپ دیکھئے اور ان بنی ہوئی اور ابھی آغاز کی حالت میں ان عمارتوں کو نہ دیکھئے اور طلبہ کی تعداد کو نہ دیکھئے، طلبہ کی تعداد کا تو یہ حال ہے کہ جب کوئی مدرسہ یا کوئی جامعہ قائم ہوتا ہے تو اس میں طلبہ کی تعداد شروع میں بہت کم ہوتی ہے اساتذہ کی تعداد شروع میں بہت ہوتی ہے، یہ ندوۃ العلماء جس کو اللہ نے آج یہ مقام عطا فرمایا ہے کہ وہاں دو ہزار طلبہ خود ندوہ کے اندر پڑھ رہے ہیں اور اس کے شاخوں میں ہزاروں طلبہ پڑھ رہے ہیں اور لوگ مشتاق ہیں، وہاں پڑھنے کے لئے، شروع میں اس کا بھی حال ایسے ہی تھا کہ سو ڈیڑھ سو طالب علم تھے انھیں سو ڈیڑھ سو طالب علموں میں سید سلیمان ندوی بنے، ان ہی میں مولانا عبد الباری ندوی بنے، ان ہی چند طلبہ میں سے یہ لوگ بنے۔ تو طلبہ کی تعداد کی کمی کوئی اہمیت نہیں رکھتی بلکہ ہم لوگوں کو جن کو تھوڑا بہت اندازہ ہے تعلیم کے سلسلہ میں کچھ تجربہ ہے، وہ جانتے ہیں کہ طلبہ کی تعداد بڑھ جاتی ہے تو ان کی تعلیم کی جو گرمی ہے اس میں کمی آجاتی ہے چنانچہ ہم لوگوں کو اس کا سابقہ پڑتا ہے، ہمارے یہاں تعداد بہت بڑھ گئی ہے تو ہم لوگ پریشان رہتے ہیں اس بات کے لئے کہ کس طرح طلبہ کو پورا فائدہ پہونچایا جاسکے تو آپ لوگوں کی تعداد اگر کم ہے تو یہ ایک حیثیت سے مفید بات ہے۔ لیکن انشاء اللہ تعداد بڑھے گی اور بہت زیادہ بڑھ جائے گی اس لئے ہندوستان کے جو آثار ہیں ان کے لحاظ سے یہ توقع ہے کہ دینی مدارس کی طرف بہت زیادہ توجہ لوگوں کی ہوگی اور ہورہی ہے اس وقت کثرت سے دینی مدارس میں طلبہ جارہے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے علاوہ دوسرا حل ان کے سامنے نہیں ہے کہ ہم اپنے کو کامیاب اور تعلیم یافتہ کس طرح بنا سکتے ہیں۔

اس وقت دینی مدارس کا فروغ ہو رہا ہے۔ اور یہ بہت اچھی علامت ہے اس لئے کہ مسلمانوں کی جو پوزیشن ہے اس ملک میں اس میں مدارس ہی ان کے لئے قلعوں کا کام کرتے ہیں، مدارس ہی کے ذریعہ سے ان میں دین سے تعلق پیدا کیا جاسکتا ہے اور دینی علوم کی اشاعت ہوسکتی ہے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کو چلنے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے اور ان کی رہنمائی کی جاسکتی ہے حقیقت میں یہ مدارس مسلمانوں کے ملی قلعے ہیں جیسا قلعہ ہوتا ہے کہ خطرات کے موقع پر قلعہ پناہ گاہ ہوتا ہے، کسی بڑے اقدام کے موقع پر پناہ گاہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مدارس حقیقت میں ہمارے لئے ملی پناہ گاہ ہیں اور ملی قلعے ہیں، ان کے ذریعہ سے ہم ملت کو صحیح راستے پر چلا سکتے ہیں اور ملی ضروریات کو پورا کرسکتے ہیں اور ان کی خدمت کرسکتے ہیں، یہ مدارس جتنے اس ملک میں پھیلائے

۱؎ حضرت شیخ نے مولانا تقی الدین صاحب کو اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا تھا ناکارہ دعا کرتا ہے کہ آپ کے یہاں کا مکتب بڑے مدرسہ کی شکل اختیار کرلے۔

جائیں اور قائم کئے جائیں، یہ مسلمانوں کے لئے فالِ نیک ہے اور مستقبل کی اس میں بہت بڑی ضمانت ہے۔ یہ بڑی مسرت کی بات ہے اس پر جتنا آپ لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

علاقہ کے عوام کو اس پر اتنا خوش ہونا چاہیے کہ کسی چیز پر آپ اتنا خوش نہ ہوں، جتنا اس مدرسہ کے یہاں قیام پر اس جامعہ کے یہاں قیام پر وہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اس کی کیا افادیت ہے اور مستقبل میں کیا فوائد حاصل ہوں گے۔ اس علاقہ کو اور دور دور کیا فائدے پہونچیں گے حقیقت میں اس علاقے کے لئے بہت بڑا تحفہ ہے اور بہت بڑی سعادت مندی کی ایک بنیاد ہے، اور اس کی بھلائیاں اور اس کے فائدے مستقبل میں انشاء اللہ ان کو نظر آئیں گے ہم لوگوں کو تھوڑا بہت اندازہ اس لئے ہے کہ ہم لوگ اسی لائن کے آدمی ہیں اس لئے ہم یہ بات کہہ رہے ہیں کہ یہ پورا علاقہ اس مدرسہ کی وجہ سے غیر معمولی فائدہ حاصل کرے گا، اور جو لوگ یہاں پڑھنے آئے ہیں ان کو بھی سمجھنا چاہیئے کہ وہ صحیح جگہ آئے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ان پر فضل ہے ان کو اس بات کی توفیق حاصل ہوئی کہ یہاں آکر تعلیم حاصل کریں، ظاہر کو نہ دیکھئے، ظاہر بھی برا نہیں ہے۔ ظاہر بھی اچھا ہے۔ اچھی عمارت بن رہی ہے، اچھے لوگ پڑھانے والے ہیں اچھے لوگ انتظام کرنے والے ہیں لیکن باطنی طور پر اندرونی طور پر جو اس میں فوائد آپ کو حاصل ہوں گے، علم سے دلچسپی ہوگی، اور علم کے ذریعہ سے جو آدمی منافع حاصل کرتا ہے وہ تو آپ کو حاصل ہوں گے، اگر آپ یہاں محنت اور دلچسپی سے تعلیم حاصل کریں گے۔

اس مدرسہ سے مجھے بھی بہت خوشی ہے اگرچہ میں یہاں سے بہت دور رہتا ہوں لیکن چونکہ تعلق ہے مولانا تقی الدین صاحب اور اس مدرسہ سے بھی شروع سے اس مدرسہ کے قیام کے فیصلے کے ساتھ ساتھ مولانا تقی الدین صاحب نے مجھ کو بتایا تھا کہ وہ یہاں جامعہ قائم کررہے ہیں۔ تو میں نے خوشی کا اظہار بھی کیا تھا، اور میں نے ان سے کہا تھا کہ میں جو کچھ تعاون کرسکتا ہوں اپنی استطاعت کے مطابق تعاون کروں گا، مولانا نے میرے متعلق بہت بلند کلمات فرمائے، اس کو میں دعا سمجھتا ہوں چونکہ مولانا تقی الدین صاحب سے میرا تعلق ہے اس لئے انھوں نے میرے متعلق اتنے اونچے کلمات فرمائے، اور میرا بھی ان کے ساتھ تعاون اور دلچسپی ہے، وہ بھی اسی تعلق کی بنا پر ہے اور پھر یہ کہ وہ بہت اعلیٰ اور مبارک کام وہ انجام دے رہے ہیں۔

وہ حدیث شریف کی خدمت میں لگے ہوئے تھے اور حدیث کے راستے سے بہت خدمت انجام دے رہے تھے، یہ ایک راستہ دوسرا بھی کھلا ہوا تھا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اب ان کو چلنے کی توفیق عطا فرمائی، اور بہت صحیح انھوں نے فیصلہ کیا، اور بہت صحیح وقت پر فیصلہ کیا اس لئے کہ کوئی ضروری نہیں تھا کہ مولانا تقی الدین صاحب اس فیصلہ کو کسی اور وقت کرتے اور اس میں وہ کامیاب ہوجاتے جب اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے تو اچھے کام کی توفیق دیتا ہے اور اچھے وقت دیتا ہے، وقت کی بڑی قیمت ہوتی ہے اگر صحیح وقت پر کام کیا جائے تو کام زیادہ اچھے نتائج تک پہونچتا ہے، اگر صحیح وقت نہ ہو تو جیسے طالب علموں کے سلسلے میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جو محنت اس وقت آپ کریں گے یہ محنت آپ کے لئے پوری زندگی کے لئے مفید ہوگی، لیکن اگر آپ یہ وقت کوتاہی میں گذار دیں گے، تساہلی میں گذار دیں گے اور بعد میں آپ کو احساس ہو کہ ہم محنت کریں تو وہ محنت آپ کی کارگر نہیں ہوگی۔ اس لئے آپ کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ زمانہ جو آپ کا ہے یہ صحیح محنت کا زمانہ ہے اس مقصد کے لئے اور اس کام کے لئے جو آپ محنت کرسکتے ہوں آخری درجہ کی وہ آپ کو کرنا چاہیئے، پڑھنے کے سلسلہ میں، یاد کرنے کے سلسلے میں اپنے اساتذہ سے استفادہ کرنے کے سلسلے میں کوتاہی نہ کرنی چاہیئے اور یہ سمجھ لیجئے کہ یہی وقت ہے، یہ وقت اگر نکل گیا کسی وجہ سے تو بعد میں آپ اس کی تلافی نہیں کرسکتے، وقت کی بڑی قیمت ہے یہ مدرسہ بھی بہت صحیح وقت پر یہاں قائم ہوا۔ اگر اس وقت قائم نہ ہوتا اور بعد میں اس کا فیصلہ کیا جاتا تو ہوسکتا تھا کہ یہ اس شکل میں اور اتنی کامیابی کے ساتھ قائم نہ ہوتا مجھے چھوٹا سا معمولی سا تجربہ ہے اس کی بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ یہ اس وقت بیج ہے اور آگے چل کر بڑا تناور درخت بنے گا، اور اس سے اس علاقے کے لوگ بھی فائدہ اٹھائیں گے، اور دور دور تک اس کا فائدہ پہونچے گا، میں صدق دل سے مبارکباد دیتا ہوں مولانا تقی الدین صاحب کو ان کے اس اقدام پر اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ باوجود ابوظبی میں رہنے کے برابر اس کی سرپرستی کرتے رہیں گے۔ اور فکر رکھیں گے، اور اس کی ترقی سے دلچسپی لیں گے، اور ہم لوگوں کا جہاں تک تعلق ہے ہم لوگ اپنے دینی اور تعلیمی جذبے سے بھی اور مولانا سے تعلق کی وجہ سے جو ہم سے ہوسکتا ہے تعاون انشاء اللہ پیش کرتے رہیں گے۔ (باقی آئندہ)

مدرسہ فلاح المسلمین

امین نگر تیندوا

شمس الحق ندوی

مدرسہ فلاح المسلمین امین نگر تیندوا میں طلبہ کے سالانہ تقریری، تحریری اور علمی سرگرمیوں کے سلسلہ میں ہونے والے مقابلوں کی آخری نشست تقسیم انعامات کے جلسہ میں شرکت کا موقع ملا، یہ جلسہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ کی طرف منسوب زکریا ہال میں رکھا گیا تھا جس کی تاسیس کے موقع پر حضرت شیخ کے صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ صاحب اور مولانا شاہد صاحب نے اپنے رفقاء کے ساتھ شرکت فرمائی تھی۔ یہ ہال مدرسہ کے تقریباً ۳۰ کمروں پر مشتمل "دار الاقامہ" کے وسط میں واقع ہے جس سے متصل مدرسہ کے کتب خانہ کی مختصر سی عمارت اور کچھ ہی فاصلہ پر مطبخ کی عمارت ہے مولانا زکریا صاحب استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء اور مولوی رضوان صاحب ندوی فاضل مدینہ یونیورسٹی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء بھی ساتھ تھے۔ مولوی رضوان صاحب ندوی فاضل مدینہ یونیورسٹی بھی ساتھ جو اس مدرسہ کے انتظامی امور سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور خصوصیت کے ساتھ مالی تعاون حاصل کرنے کے سلسلہ میں کوشاں رہتے ہیں۔ جلسہ کی کارروائی مدرسہ کے بزرگ استاذ مولانا سید ابوبکر حسنی کی زیر صدارت شروع ہوئی طلبہ نے اردو اور عربی میں تقریریں کیں اور اچھی صلاحیت کا مظاہرہ کیا جس وقت یہ تقریریں ہورہی تھیں میری نگاہوں میں مدرسہ کا وہ ابتدائی زمانہ پھر رہا تھا۔ جب یہ مدرسہ ایک خام رہائشی مکان اور ایک پھوس کے چھپر میں مکتب کی شکل میں قائم ہوا تھا۔ اور ہم مئی۔ جون کی لو کے تھپیڑوں میں چھپر کے نیچے بیٹھ کر مدرسہ کا تعلیمی جائزہ لیا کرتے تھے یہ بستی مولانا سید محمد امین صاحب نصیر آبادی کے وطن نصیر آباد سے بہت قریب ہے اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ وارشاد کی گونج گویا اب بھی وہاں سنائی دیتی ہے اسی کے اثرات کا ثمرہ تھا کہ بستی کے کچھ لوگ غالباً ۱۹۶۱ء میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کی خدمت میں رائے بریلی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں کوئی عالم دین دے دیجئے کہ وہ بچوں کو تعلیم بھی دیں اور مسئلہ مسائل بھی بتائیں، حضرت مولانا نے ایک نوجوان ندوی مولوی عبد الباری صاحب کو بھیج دیا۔ گاؤں میں بیٹھ کر یہ نازک کام انجام دینا کچھ آسان نہ تھا لیکن حضرت مولانا کی برکت سے انھوں نے استقامت کا ثبوت دیا اور جمے رہے جس کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ اتنا بڑا مدرسہ وجود میں آگیا بلکہ اس کے فیض سے اور کئی مدرسے قائم ہوئے اور اچھا کام انجام دے رہے ہیں۔

جلسہ کے اختتام کے بعد جلسہ گاہ سے نکل کر ہم مدرسہ کی زیر تعمیر شاندار درسگاہ کی طرف گئے، جو دار الاقامہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے۔ قریب ہی اساتذہ کے رہائشی مکانات بھی بنے ہوئے ہیں مدرسہ کے مہمان خانہ کے سامنے مدور خوبصورت حوض بھی بنا ہوا ہے۔ اور کچھ ہی فاصلہ پر وسیع اور کشادہ مسجد ہے ایں یہ سب کچھ دیکھ کر سوچنے لگا کہ اللہ کے مخلص بندوں کی برکات سے کس طرح نصرتِ خداوندی کا ظہور ہوتا ہے اور بڑے بڑے تعلیمی وتربیتی کام انجام پاتے ہیں۔

یہ مدرسہ جو اب ایک دار العلوم کی شکل اختیار کرگیا ہے مولانا معین اللہ صاحب ندوی مدظلہ نائب ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ کی زیر نظامت ترقی کے منازل طے کرتا رہا جو اس علاقہ کے پرمشقت سفروں کی دشواریوں کو جھیل کر سفر کرتے رہتے تھے اور وعظ وارشاد کا سلسلہ جاری رہتا تھا بعض سفروں میں ساتھ ہوا تو مولانا کے مجاہدات کو دیکھ کر دنگ رہ گیا زبان پر شکوہ شکایت کا ایک لفظ نہیں آنے پاتا جب کہ ہماری خود کی حالت غیر تھی۔ مولانا کے انتقال کے بعد اس مدرسہ کی نظامت مولانا مرحوم کے چھوٹے بھائی مولانا واضح رشید ندوی ایڈیٹر "الرائد" اور استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء انجام دے رہے ہیں یہ بات قابل شکر ہے کہ مدرسہ برابر ترقی کررہا ہے اور اس کے اثرات اطراف کے علاقوں پر اچھے پڑ رہے ہیں لوگوں میں دینی شعور بیدار ہورہا ہے تعلیم کی طرف توجہ ہورہی ہے۔

مدرسہ میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب کے مطابق عالیہ ثانیہ تک تعلیم ہوتی ہے۔ مدرسہ میں ایک وسیع کتب خانہ بھی قائم ہے جس سے طلبہ ذوق وشوق کے ساتھ

(... آئندہ)

اقبال مسجد قرطبہ میں

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کے حوالے سے اس صدی کی غالباً اہم ترین کانفرنس اسپین کے تاریخی شہر قرطبہ میں جمعہ ۲۲ نومبر کو شروع ہوئی۔ اس کانفرنس میں ہندوستان سمیت دنیا کے ۲۴ ملکوں کے ۵۱ ماہرین اقبالیات اور مستشرقین نے حصہ لیا۔

اس کانفرنس کی رسم افتتاح مسجد قرطبہ میں علامہ اقبال کے صاحبزادے جاوید اقبال کی جانب سے پیش کی گئی مشہور نظم "مسجد قرطبہ" سے ہوئی۔ یہ نظم علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں اپنے دورے اندلس کے دوران مسجد قرطبہ سے متاثر ہوکر لکھی تھی۔ مسجد کی بارہ سو سالہ تاریخ میں گذشتہ ... سال کے دوران جبکہ مسجد ایک گرجا میں تبدیل کردی گئی تھی یہ پہلی بار ہوا ہے کہ اسلامی دنیا کے کسی عظیم شاعر اور مفکر کا کلام اس عمارت میں پیش کیا گیا ہو۔ اس سلسلہ میں منتظمین نے بتایا کہ اس کی باقاعدہ اجازت VATI CAN ویٹی کین سے لی گئی تھی۔ قرطبہ میں ہونے والی اس سہ روزہ کانفرنس کا اہتمام "اسلام اینڈ دی ویسٹ" ISLAM-AND-THE-WEST نامی فرانس میں قائم ایک تنظیم نے کیا ہے جو اس سے پہلے اسلامی معاشیات اور اسلامی ثقافت کے موضوعات پر دو اہم کانفرنسوں کا اہتمام کرچکی ہے۔ جمعرات ۲۱ نومبر کی شام مسجد قرطبہ کے وسطی ہال میں جس میں چاروں طرف آرائشی ستون ہیں اور درمیان میں عربی خطاطی اور نقش و نگار سے مزین پرشکوہ محراب بنی ہوئی ہے ایک محفل سجائی گئی تھی جس پر سب سے پہلے اسلام اینڈ دی ویسٹ کے صدر اور منتظم اعلیٰ موسیو لیال نے فرانسیسی زبان میں مسجد قرطبہ کی اردو نظم کا ترجمہ پڑھا اور اس میں ڈاکٹر جاوید اقبال نے اردو میں اور برمنگھم یونیورسٹی کے پروفیسر اور اقبال اکیڈمی یو کے کے صدر ڈاکٹر سعید اختر درانی نے انگریزی میں "مسجد قرطبہ" پیش کی۔ بعد میں غیر رسمی بات چیت کے دوران ڈاکٹر جاوید اقبال نے بتلایا کہ "میرے لئے انتہائی مسرت کا مقام ہے کہ میں آج اس جگہ موجود ہوں جہاں علامہ اقبال نے میرے نام ایک خط میں لکھا تھا" اپنی نگاہیں اس کے حسن اور نور سے منور کرو"۔ انھوں نے کہا کہ اقبال کا پیغام پیغام انسانیت ہے اور ان کے فلسفہ کی بنیاد احترام آدمیت ہے جس کے نتیجہ پر تمام اقوام ایک دوسرے سے قریب آسکتی ہے ہارورڈ یونیورسٹی کی پروفیسر اور ممتاز مستشرق این مری شمل نے اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اقبال کے پیغام میں جلال اور جمال کا ایک حسین عکس نظر آتا ہے۔ ہندوستان سے آئے ہوئے ماہر اقبالیات پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے بتلایا کہ اس سے پہلے پاکستان میں دو ہندوستان میں ایک اور امریکہ میں ایک کانفرنس اقبال کے موضوع پر کی جاچکی ہے لیکن قرطبہ کی کانفرنس اہم ترین ہے انھوں نے کہا کہ اقبال نے مغرب کی تہذیب پر تو تنقید کی ہے۔ لیکن انھوں نے مغرب کی سائنس اور ٹکنالوجی کو سراہا ہے گذشتہ چند صدیوں سے مسلمانوں کی فکر میں جو جمود آگیا ہے، یہ کانفرنس اسے ختم کرنے میں معاون ہوگی۔ انھوں نے کہا اقبال کی شاعری اور فلسفہ مغرب اور مشرق کے درمیان ایک طرح کا پل ہے۔

جمعرات کی رات کو ہی قرطبہ کے میئر کی جانب سے ایک استقبال کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں میئر نے تقریر کرتے ہوئے بتلایا کہ ان کے دفتر میں اقبال کی مشہور نظم مسجد قرطبہ آویزاں ہے۔ میئر نے اقبال کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا جمعہ کے روز مسجد قرطبہ سے متصل قرطبہ پیلس میں کانفرنس کا پہلا سشن منعقد ہوا جس کی صدارت مشہور سائنس داں اور ماہر اقبالیات ڈاکٹر سعید اختر درانی نے کی اس موقع پر موسیو لال نے خیر مقدمی تقریر کی جس میں انھوں نے اقبال کے آفاقی پیغام کے حوالے سے اپنی تنظیم کے اغراض و مقاصد پیش کئے۔ ڈاکٹر سعید اختر درانی نے اپنی دلچسپ تقریر میں اقبال کے یوروپ میں قیام کے واقعات اور ان کے استاد مکرم پروفیسر تھامس آرنلڈ کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ہندوستان سے آئے ہوئے پروفیسر مظفر حسین برنی نے اقبال کے فلسفہ پر روشنی ڈالی۔ کانفرنس ۲۴ نومبر تک جاری رہی اس موقع پر اقبال اکیڈمی یو کے کی جانب سے ممتاز مصور گل جی کا بنایا ہوا پورٹریٹ جو کیمبرج یونیورسٹی کو پیش کیا جائیگا حاضرین کو دکھایا گیا۔ پورٹریٹ کی نقاب کشائی ڈاکٹر جاوید اقبال نے کی۔

(ریاست حیدرآباد)

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

سوال: بچہ کے پیدا ہونے پر اس کے کان میں اذان کہی جاتی ہے، کیا اس کا سنت سے کوئی ثبوت ہے؟

جواب: ہاں! بچہ کے پیدا ہونے پر اذان اس کے کان میں کہنا مسنون ہے بچہ ہو یا بچی۔

ورد عن ابی رافع قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذن فی اذن الحسن حین ولدته فاطمة بالصلاة رواه احمد، وكذلك ابو داؤد والترمذی وصححه وقالا الحسن۔ ابورافع رضی اللہ عنہ سے وارد ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت کے وقت ان کے کان میں اذان دی احمد

سوال: کیا لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرے یا بکری کا عقیقہ میں ذبح کرنے کا شرعاً ثبوت ہے۔

جواب: ہاں! اس کا ثبوت ہے ایسا کرنا بہتر ہے عن أم كرز الكعبية، أنها سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن العقيقة، فقال: نعم، عن الغلام شاتان، وعن الانثى واحدة، ولا يضركم ذكرانا او اناثا رواه احمد وترمذی ام کرز کعبیہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارہ میں دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا ہاں! لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری یا بکرا کرنا چاہئے۔ (احمد ترمذی) وعن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الغلام شاتان مكافئتان، وعن الجارية شاة رواه احمد والترمذی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں، اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (عقیقہ میں) کرنا چاہئے احمد ترمذی۔

سوال: کیا بچہ یا بچی کا نام اچھا رکھنے کے سلسلے میں شرعاً کوئی حکم ہے۔

جواب: ہاں! نام اچھے رکھنا چاہئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ تمھیں قیامت کے دن تمھارے اور تمھارے والدین کے ناموں کو لے کر پکارا جائیگا، تو نام اچھے رکھو۔ ابوداؤد۔

سوال: ہندوستان دار الحرب ہے یا نہیں؟

جواب: ہندوستان کو دار الحرب قرار دینے یا نہ دینے میں علمار کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

سوال: بچے کے پہلی مرتبہ جب بال منڈوائے جاتے ہیں تو ان بالوں کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب: اس بچے کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا مسنون ہے۔

سوال: کیا والد کو حق ہے کہ وہ اپنی پوری جائداد ایک ہی لڑکے کو دیدے؟

جواب: حالت صحت میں والد اپنی پوری جائداد ایک لڑکے کو شرعاً دے سکتا ہے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

سوال: بہت سے لوگ چوری سے بجلی استعمال کرتے ہیں۔ شرعاً ان کا یہ عمل کیسا ہے

جواب: ناجائز ہے! شرعاً کسی چیز کی چوری کا جواز نہیں ہے۔

ضرورت مدرس و مدرسہ برائے جامعۃ النور

پٹن۔ گجرات

ایک ایسے صالح ذی استعداد عالم کی ضرورت ہے جن کی اہلیہ یا والدہ بھی عالمہ ہوں تاکہ بچوں کے ساتھ بچیوں کو بھی عربی اردو وغیرہ کی تعلیم دی جاسکے۔

تفصیلی معلومات کے لئے حسب ذیل پتہ پر مراسلت کریں۔

جناب محمد اقبال رنگریز

محلہ خستا واڑہ۔ پٹن (PATAN) گجرات۔ PIN. 384266

عالم اسلام

وصاف عالم ندوی

افغان مجاہدین کی نئی یورش

افغانستان میں روسی سامراجیت کے بارہویں سالگرہ کے موقع پر افغان مجاہدین نے افغان حکومت کے خلاف زبردست مجاہدانہ کارروائی کرنے کے لئے اپنی مہم تیز کردی ہے۔ اور کابل پر راکٹوں سے مسلسل حملے کئے۔ سیاسی مبصرین کے ٹھکانوں پر مسلسل راکٹوں کے حملہ کی وجہ سے پوری آبادی ڈری سہمی ہوئی ہے اور کابل حکومت نے اچانک انقلاب کے اندیشہ کی وجہ سے تمام گلی کوچوں اور شاہراہوں پر پہرہ بٹھادیا ____ اس کا اعتراف کابل کی نشریہ نے بھی کیا ہے۔ سرکاری تفصیلات کے مطابق اب تک کابل پر ۱۲ اور ہرات پر دسیوں راکٹوں سے حملے کئے گئے ہیں جس کے نتیجہ میں فوجیوں کی ایک بڑی تعداد موت کے گھاٹ اتر گئی۔

دوسری طرف اس سالگرہ کے موقع پر پاکستان کے شہر پشاور میں مجاہدوں اور پناہ گزینوں نے کابل حکومت کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا، اور روسی حکومت کے اس اقدام کی کھل کر مذمت کی اور ساتھ ہی گورباچوف اور نجیب کا پتلا نذر آتش کیا اور ایک جلسہ کے انعقاد کے بعد یہ مظاہرہ پرسکون ہوا۔ افغانی خبر رساں ایجنسی افغان مجاہدین کے ایک ترجمان نے بتایا ، کہ افغان مجاہدین اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں کو تیز کرنے اور اس وقت تک جاری رکھنے کا عزم رکھتے ہیں جب تک کہ افغانستان کے چپہ چپہ کو روسی ظالموں سے آزاد نہ کرلیں گے اور افغانی حکومت کے سلسلہ میں نجیب اور کابلی ایجنٹوں سے ادنی اشتراک بھی پسند نہ کریں گے اور اخیر میں ان کا یہ جملہ نقل کیا ہے ہم اس اسلامی جہاد، لاکھوں شہدار کے خون اور لاکھوں پناہ گزینوں اور مہاجروں کی مشغولی اور خانماں بربادیوں کا سودا ان کے سامنے جھک کر نہیں کرسکتے۔

کویت میں اسلامی قانون ساز کمیٹی کی تشکیل

کویت کے وزیر مملکت ضاری عبداللہ عثمان نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ امیر کویت جابر الصباح کے ایمار پر ولی عہد شیخ عبداللہ سالم الصباح کی سرکردگی میں کویت اسمبلی نے ایک اسلامی قانون ساز اعلیٰ کمیٹی کی تشکیل پر اتفاق کرلیا ہے جو کویت میں شریعت سے ہم آہنگ رسم ورواج کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسلامی قوانین کی تطبیق کا فریضہ انجام دے گی اور اور بہت جلد اس کمیٹی کے ارکان کے اسماء کا بھی اعلان کردیا جائے گا

اسمبلی میں پاس ہونے والے اس قرار داد کا عوام اور اسلامی تحریکات دونوں حلقوں میں پرجوش خیر مقدم کیا گیا ہے وزیر برائے اوقاف و امور اسلامی محمد صقر المو شرجی نے اسلامی قانون ساز کمیٹی کی تشکیل کے سلسلہ میں امیر کویت کی اس کوشش کو کویتی باشندوں کے ساتھ دیانتدارانہ برتاؤ، کے مرادف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ امیر کویت (جابر الصباح) کا یہ اقدام تاریخ ساز اقدام ہے جسے تاریخ فراموش نہیں کرسکتی اور انشاء اللہ اس کا فائدہ خاص و عام کو ہوگا۔

الجزائر میں کشمکش

الجیریا کے باشندوں نے ۱۹۶۲ء میں آزادی حاصل ہونے کے بعد سے ۱۹۹۱ء کے آخر میں پہلی بار اپنے ووٹ کا حق آزادی کے ساتھ استعمال کرنے کا موقع ملا حکمراں پارٹی آزادی محاذ کو رد کرکے اسلامی محاذ کو برسر اقتدار لانے کا رجحان ظاہر کیا ہے ۲۶ دسمبر کو الجیریا کے الکشن کا پہلا دور مکمل ہوا پارلیمنٹ میں کل ۴۳۰ نشستیں ہیں۔

الکشن کے پہلے دور میں ۳۰ برس سے لگاتار حکومت کرنے والی پارٹی آزادی محاذ کو صرف ۱۶ نشستیں مل سکیں جبکہ اسلامی محاذ کو ۲۰۰ سے زائد نشستیں مل گئیں، اور دوسرے دور میں اسے مکمل اکثریت یقیناً حاصل ہوجاتی مگر اس سے پہلے ہی صدر شاذلی بن جدید نے استعفا دیدیا اور ایک فوجی کونسل نے اقتدار سنبھال کر دوسرے دور کا الکشن منسوخ کردیا۔ فوجی کونسل نے اسلامی محاذ کی کاٹ کے لئے ایک مجاہد آزادی کو جلا وطنی سے واپس بلاکر بااختیار بنادیا ہے لیکن اسلامی محاذ والے خاموش نہیں ہوگئے ہیں بلکہ حق کی لڑائی لڑرہے ہیں جس کے نتیجہ میں پورے ملک میں کشمکش کی فضا پیدا ہوگئی ہے۔

کمیونزم سے آزادی حاصل کرنے والے ممالک میں دعوت و تبلیغ کا پروگرام

سعودی عرب کے دعوتی تنظیموں اور تحریکوں نے کمیونزم کی غلامی سے آزاد ہونے والے ممالک میں دعوت و تبلیغ کی نشر و اشاعت کے لئے ایک منظم خاکہ مرتب کیا ہے رابطہ عالم اسلامی کی دعوتی کونسل کے جنرل سکریٹری نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ وقت کا تقاضا ہے کہ موجودہ حالات سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اسلام اور مسلمانوں کی بالاتری اور اس کی اصلاح کے لئے ان کی مادی، علمی، دعوتی ہر سطح پر ان کا تعاون کیا جائے کیونکہ ان کی زندگی ایسی تنظیموں کے زیر سایہ گذر رہی ہے جس نے ان کی مسجدوں کو مقفل اور ان کو شعائر اسلامی پر عمل پیرا ہونے سے روک دیا ہے ____ شیخ عبداللہ شبانہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا "سوویت یونین کی اسلامی جمہوریاؤں کا ایک وفد نے دورہ کیا ہے جس کے ذریعہ وہاں کے حالات و کوائف سے واقفیت ہوئی اور مسلمانوں کی ضروریات دین و زندگی بھی سامنے آئیں۔

انھوں نے مزید کہا کہ اس ادارہ کے تحت دعوت و ارشاد کے تیس سے زائد مراکز دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں جو مسلمانوں کے درمیان اصلاح و دعوت کا فریضہ انجام بھی دیتے ہیں۔ اور دینی لٹریچر کی اور مختلف مقامات پر جلسے کے انعقاد کا انتظام بھی کرتے ہیں فی الحال یہ ادارہ دو حصوں میں تقسیم ہے جس میں سے ایک حصہ غیر مسلموں میں تبلیغ دین کا فریضہ انجام دے رہا ہے اور دوسرا حصہ مسلمانوں کی اصلاح و تربیت میں لگا ہوا ہے۔

یورپ میں داعیوں کو تیار کرنے کا مرکز!

یورپ میں قائم "انجمن اتحاد اسلامی" باصلاحیت داعیوں، اور علوم اسلامیہ میں لائق ترین اساتذہ کی تیاری کے لئے ایک اسلامیہ کالج قائم کررہی ہے اس سلسلہ میں بہت سے مراحل بھی طے کرچلی ہے انجمن اتحاد اسلامی کے تحت دسیوں انجمن اور مختلف ادارے یورپ کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں اور دعوتی میدان میں نہایت سرگرمی کا مظاہرہ کررہے ہیں یہ کلیہ اسلامیہ اصول دین، وفقہ و حدیث اور دیگر متعدد شعبوں پر مشتمل ہے اس انجمن کے مقاصد نہایت ہمہ گیر ہیں ان کے منصوبوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ ایک ایسی اکیڈمی قائم کرے جو مغرب میں اسلام مخالف لٹریچر کی چھان بین کرے اور دعوت اسلامی کی اشاعت میں نظم و ضبط کا تعاون کرے اسی کے ساتھ وہ مختلف کورس بھی جاری کرنا چاہتی ہے اور ایسی کانفرنس بھی منعقد کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جو مسلمانوں کے مشکلات کے حل کے سلسلہ میں غور و فکر کرے اور اسلامی یونیورسٹیوں کو مغربی یونیورسٹیوں میں اپنے وفود بھیجنے پر آمادہ کرے اس کے علاوہ ایک شعبہ محض یورپ میں دعوتی سرگرمیوں کو تیز کرنے اسلامی ثقافت کو پھیلانے کے لئے قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس نے چنیدہ اور برگزیدہ داعیوں عالموں اور مفکروں پر مشتمل ایک کمیٹی کی تشکیل کی ہے جو تعلیمی مشکلات کو دور کرنے اور مسلمانوں کے تشخص کو برقرار رکھنے کے سلسلہ میں جدوجہد کرے گی۔

اسی طرح عرب متحدہ امارات میں ۹ شخصوں نے قاضی امارات متحدہ و شارجہ کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کیا ان میں ایک مرد اور ۸ عورتیں سری لنکا سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور دو عورتیں فلپائن سے ان کے سامنے محاسن اسلام کو اجاگر کرکے پیش کیا گیا اور کبائر سے اجتناب کی تلقین کرنے کے بعد بھی چند اصلاحی کتابیں ہدیۃً پیش کی گئیں۔

جمہوریہ چین میں رابطہ عالم اسلامی کی دعوتی سرگرمیاں

مکتبہ عالم اسلامی "جمہوریہ چین" میں داعیوں اور باصلاحیت عالموں سے اسلامی دعوت و ثقافت کی اشاعت کا کام لینے اسلامی لٹریچر اور مصاحف کی تقسیم کے سلسلہ میں نہایت سرگرمی اور جد و جہد سے کام لے رہا ہے، رابطہ کے آفس نے اپنی ساری توجہ "چین" کی راجدھانی "کوتونو" پر مرکوز کردی ہے اور ساتھ ساتھ مرکز فیصل کی نگرانی بھی اپنے ذمہ لے لیا ہے جو نئی نسل کو اسلامی ثقافت سے قریب کرنے کے سلسلہ میں نہایت فعال ہے کہ رابطہ عالم اسلامی مساجد کی توسیع دینی مراکز و مدارس

(باقی صفحہ ۹ پر)

۱۵ جنوری بروز بدھ بعد نماز مغرب جمعیۃ الاصلاح کی جانب سے تقسیم انعامات کا جلسہ منعقد ہوا، اس جلسہ کی صدارت حضرت مولانا دامت برکاتہم نے فرمائی۔ تقسیم انعامات کے بعد حضرت مولانا مدظلہ العالی نے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ہر دور میں زبان وقلم کی بڑی اہمیت رہی ہے بڑی بڑی جنگوں اور معرکوں میں زبان وقلم کی مدد حاصل کی گئی ہے، اور آج بھی زبان وقلم کی بڑی اہمیت ہے اور ان کے ذریعہ اسلام کی بیخ کنی کی لاحاصل کوشش کی جا رہی ہے۔ چنانچہ ایسے دور میں ہمارے طلبہ کو چاہیئے کو وہ اس طرف خصوصی طور پر توجہ دیں۔ آپنے الاصلاح کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ جمعیۃ الاصلاح نے ہر زمانہ میں بہترین مقرر، اور سنجیدہ صاحب قلم تیار کیا ہے۔ اور جمعیۃ الاصلاح کی لائبریری کے متعلق فرمایا کہ یہاں کے کتب خانہ میں بعض نادر اور اہم مراجع کی کتابیں ہیں، طلبہ کو ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، آپ کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اسی طرح معہد درجۂ حفظ، اور رواق سلیمانی کی جانب سے منعقد ہونے والے مقابلوں کے بھی انعامات آپکے ہاتھوں تقسیم ہوئے۔

زوال روس اور اسلامی ماوراء النہر کی آزادی

بروز اتوار ۱۹ جنوری بعد نماز مغرب جمعیۃ الاصلاح کے خوبصورت ہال میں زیر صدارت حضرت مولانا دامت برکاتہم "زوال روس اور اسلامی ماوراء النہر کی آزادی، عالمی نظام نو کی مغربی تحریک اور اسکے خطرات، عالم اسلام کی ذمہ داری" کے موضوع پر جناب حبیب الحق صاحب ندوی (پروفیسر ڈربن یونیورسٹی افریقہ) نے ایک دلچسپ علمی وفکری محاضرہ دیا جس میں اساتذہ کرام اور طلبہ کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جناب مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی معتمد تعلیمات نے مہمان گرامی کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا: کہ جناب حبیب الحق صاحب ندوی صوبہ بہار ضلع پٹنہ کے باشندہ ہیں، مولانا نے تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ میرے اور موصوف میں جہاں بہت سی باتوں میں اشتراک ہے۔ وہیں خصوصی طور پر یہ بھی ہم آہنگی ہے کہ ہم دونوں مشرق ومغرب کی تعلیم گاہوں، اور یونیورسٹیوں کی زیارت کے بعد اس بات پر کلی طور پر متفق ہیں کہ ہم بوریہ نشین جو علم حاصل کر رہے ہیں۔ ان کے سامنے مشرق ومغرب کی تمام تعلیم گاہوں اور دانشگاہوں کی اعلیٰ تعلیمیں زیادہ وقعت نہیں رکھتیں، ہماری نظر جوہر اور مغز پر ہوتی ہے چھلکوں اور ظاہری حصول پر نہیں۔ اس مختصر اور جامع تعارف کے بعد پروفیسر حبیب الحق صاحب ندوی کو زحمت دی گئی۔

جناب حبیب الحق صاحب ندوی نے سب سے پہلے اپنا مختصر تعارف کرایا۔ آپنے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ میں ندوہ کا پروردہ ہوں، اور مجھے اس پر فخر ہے، میرا تعلق اس ادارہ سے بہت گہرا اور پرانا ہے اس مدرسہ کے بانی مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارے قدیم روابط تھے جس وقت مولانا مونگیری قادیانیت سے پنجہ آزمائی کر رہے تھے، تو اس وقت مولانا نے بلا تکلف ہمارے نانا صاحب سے قادیانیت کے مقابلہ کے لئے ایک زمین وقف کرنے کے لئے کہا اور میرے نانا نے زمین وقف کی، اس کے علاوہ میری والدہ کی بسم اللہ مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے کرائی خلاصۂ کلام یہ کہ میرا تعلق اس ادارہ سے بہت گہرا اور قدیم ہے میں یہاں کی خاک کو اپنی آنکھ کا سرمہ تصور کرتا ہوں، اور اس پر مجھے فخر ہے، آپنے "زوال روس اور اسلامی ماوراء النہر کی آزادی" کے تحت فرمایا کہ آج ہمارا ذہن کتنا کمزور ہو چکا ہے، کہ آج سے سو سال قبل روس کی سرزمین میں مسلم قومیں آباد تھیں، وہاں قرآن وحدیث کا درس دیا جاتا تھا، لیکن آج اس امت مسلمہ کی بے چارگی پر چار چار آنسو بہایئے کہ کتنی تھوڑی سی مدت میں چند سر پھرے ملحد کمیونسٹوں نے ساری مسلم قوموں کو یکے بعد دیگرے نگلنا شروع کیا، اور پوری مسلم آبادی دشمنوں کا لقمۂ تر بنتی چلی گئی پھر تاریخ نے ایک نیا موڑ لیا، لاکھوں مسلمان مرد اور عورتیں بالخصوص علماء تہ تیغ کر دیئے گئے۔ کئی ہزار مدارس ومساجد تباہ وبرباد کر دیئے گئے، یا انھیں آثار قدیمہ وغیرہ میں تبدیل کر دیا گیا۔ "عالمی نظام نو کی مغربی تحریک اور اس کے خطرات" پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا میرے عزیز دوستو! آج تم ہندوستان کی سرزمین میں خواب غفلت میں مدہوش ہو، دشمنوں نے ہندوستان پر بھی جال پھیلا دیا ہے۔ اب یہاں کے مدارس اور دینی اداروں کے لئے خطرہ ہے یہاں بھی اسپین کی تاریخ دہرانے کی کوشش بڑے پیمانہ پر ہو رہی ہے۔ "پھر موضوع کی آخری کڑی۔ "عالم اسلام کی ذمہ داری" پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ہم علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان مسائل پر سنجیدگی سے غور کریں، اور پھر کام کا منظم خاکہ بنائیں اور علمی، فکری ہتھیارسے لیس رہیں ورنہ ہم اس مادیت کے بڑھتے ہوئے طوفان کو روک نہیں سکتے، اس کے لئے ہمیں وقت سے پہلے ہوشیار ہونے کی ضرورت ہے۔ —— اخیر میں صدر محترم حضرت مولانا دامت برکاتہم نے مذکورہ مقالہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ موصوف کے مقالہ نے بلا شبہ ہم لوگوں کی معلومات میں اضافہ کیا۔ آپنے فرمایا کہ میں عزیز دوست کی بات کی تائید کرتا ہوں کہ آج امت مسلمہ اپنی مستقبل سے غافل ہو چکی ہے، وہ دینی شعار سے عاری اور عزم وارادہ سے یکسر خالی ہے، آج دشمنان اسلام ہر طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو زک پہونچانے کی کوشش میں ہیں، چنانچہ زیادہ سے زیادہ دینی تعلیم کو عام کرنا چاہیئے، اور دین کی اشاعت، اس کی حفاظت، اور اس کی پاسداری صرف مدارس کر سکتے ہیں، اسی لئے مدارس اور تعلیمی مراکز سے مسلمانوں کے اعتماد کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اخیر میں مولانا نے تمام لوگوں کی جانب سے مہمان گرامی کا شکریہ ادا فرمایا، اور آپ کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

عالمی نظام نو کی مغربی تحریک اور اس میں امریکہ کی کارفرمائی:

۲۲ جنوری بروز بدھ بعد نماز مغرب جناب عبداللہ عباس صاحب ندوی کی زیر صدارت جناب حبیب الحق صاحب ندوی کا دوسرا محاضرہ "عالمی نظام نو کی مغربی تحریک اور اس میں امریکہ کی کارفرمائی" کے عنوان پر ہوا۔ یہ جلسہ بھی سابقہ جلسہ کی طرح بڑا پر لطف اور کامیاب رہا جمعیۃ ہال حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ محاضرہ اپنے عنوان کے تحت علمی فکری اور معلومات پر مبنی تھا، مہمان گرامی نے (NEW WORLD ORDER) کی حقیقت بتلائی کہ اس کا مطلب أنا ربكم الأعلى ہے۔ (میں تمہارا سب سے بڑا خدا ہوں) اسی طرح (SUPER POWERS) کی حقیقت بتلائی، اس کے علاوہ امریکہ کی ریشہ دوانیاں جو افغان مجاہدین اور روسی مسلم جمہوریاؤں کے خلاف ہو رہی ہیں، ان کو بھی واشگاف کیا، اور قرآن وحدیث کے خلاف جو مغرب کی دشمنی، اور کینہ پروری ہے اس کی وضاحت مثالوں کی روشنی میں کی، آپنے فرمایا کہ جب میں نے ڈربن یونیورسٹی میں P. H. D. کا مقالہ لکھ کر پیش کیا تو امتحان لینے والے پروفیسر نے میرے مقالہ کو یہ کہہ کر پھینک دیا کہ تم نے اس مقالہ میں (نعوذ باللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید نہیں کی لیکن خدا کی قدرت کہ میں اسی یونیورسٹی میں اردو، عربی، فارسی، تینوں شعبوں کا انچارج بنایا گیا، ساتھ ہی آپ نے اپنے ایک مسلم دوست کا واقعہ سنایا کہ انھوں نے اچھے نمبرات حاصل کرنے کی غرض سے حضرت عمرؓ پر خوب خوب تنقید کی تھی لیکن اس مقالہ کے انگریز ممتحن نے اس مقالہ کو دیکھ کر کہا: تم نے حضرت عمرؓ کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہیں کیا آپ نے ان مثالوں سے یہ بتانا چاہا کہ مغرب اور وہاں کے دانشگاہوں میں عام طور پر اسلام دشمنی ہے، اور اس کے بغیر آدمی وہاں ترقی نہیں کر سکتا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مادیت اور چند سکوں کی خاطر قرآن وحدیث کو فروخت کریں، مقالہ کے اختتام پر آپنے ایک نظم امریکہ کی مرثیہ خوانی سنائی۔ آپنے فرمایا کہ تمام آثار اس کی گواہی دے رہے ہیں کہ بہت جلد امریکہ کا خاتمہ ہونے والا ہے۔

اب مسلمانوں کو خاص کر علماء دین کو میدان میں آنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے

اخیر میں صدر محترم جناب مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی نے مختصر مگر مدلل گفتگو کی، تھوڑے سے وقت میں

(باقی صـ ۸ پر)

طلبہ کا صفحہ:

ہمتِ مرداں مددِ خدا

خورشید اشرف (عالیہ رابعہ)

دنیا کے سب سے بڑے موجد (مؤجد) امریکی انسان ایڈیسن نے بڑے صداقت زندگی میں لکھا ہے کہ "اگر ناکامیوں سے مجھے دوچار نہ ہونا پڑتا تو شاید میں کبھی کامیاب نہ ہوتا۔ جب کسی ایجاد میں مجھ کو ناکامی ہوتی تھی۔ تو بجائے اس کے کہ میرا حوصلہ پست ہوتا، میری قوت عمل اور بھی زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ اور یہی قوت عمل میری کامیابی کا راز ہے۔"

ایڈیسن ایک نہایت ہی غریب گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے زمانہ دراز تک ایک مزدور کی زندگی گذاری ہے یہاں تک کہ ترقی کرتے کرتے وہ بجلی۔ ٹیلیفون، تار برقی اور سیکڑوں ایجادات میں نہایت ہی کامیاب انسان ثابت ہوا۔ جب اسے اپنی کسی ایجاد میں ناکامی ہوتی تو وہ گھبراتا نہیں تھا۔ اور نہ مایوس ہوتا تھا، بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ جد وجہد میں مصروف ہو جاتا تھا۔ اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتا تھا جب تک کہ وہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں کر لیتا تھا۔

دنیا کا کامیاب ترین انسان۔ ایچ اورڈ کہا کرتا تھا "آرام طلبی اور کاہلی دنیا کا بدترین گناہ ہے جس انسان میں یہ عیب موجود ہے وہ تمام عمر پریشانیوں میں گھرا رہے گا۔ خواہ اس کی علمی اور ذہنی استعداد کتنی ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو۔ یہ دنیا پیدا ہی اسی لئے ہوئی ہے کہ انسان رات دن جد وجہد کرتا رہے۔ اور شب وروز کی محنت کے بعد بھی نہ تھکے۔ ایک محنتی انسان جس میں استقلال بھی موجود ہے کسی نہ کسی دن ضرور ترقی کی بلند ترین منزل پر پہونچ جائیگا"

آگے چل کر اسی کامیاب انسان کی رائے ہے "قدرت نے کسی انسان کے ساتھ ناانصافی نہیں کی۔ اس نے سب کو دل ودماغ عطا کیا ہے۔ جو قدرت کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ کامیاب ہو جاتے ہیں اور جو لوگ ان قوتوں کو ناکارہ کر دیتے ہیں ان کو ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے"۔

کامیاب انسانوں کے مندرجہ بالا خیالات پر جب ہم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ کامیابی کے جو اصول مغربی مفکرین آج بتلاتے ہیں اسلام آج سے چودہ سو سال پہلے ہی وہ اصول دنیا کے سامنے پیش کر چکا ہے۔ چنانچہ اسلام اپنے متبعین کو سختی کے ساتھ ہدایت دیتا ہے کہ وہ کارگاہ حیات میں اللہ کے بھروسہ پر آگے بڑھتے چلے جائیں۔ ناکامیوں اور نامرادیوں کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کریں اور ساتھ ہی ساتھ نوع انسانی کو بشارت دیتا ہے کہ جو جتنی کوشش کرتا ہے اسے اتنا ہی ملتا ہے"۔

یہ اسلام کی حوصلہ مندانہ تعلیم ہی کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے نہ صرف دنیا کے بیشتر حصے پر قبضہ جمایا تھا۔ بلکہ وہ علمی اور فنی میدان میں بھی دنیا کی ہر قوم سے آگے نکل گئے۔ اور انھوں نے علوم وفنون کی روشنی سے دنیا کو جگمگا دیا حقیقت یہ ہے کہ حوصلہ مندی تنی بڑی طاقت ہے جو پہاڑوں کو کھود سکتی ہے۔ اور سمندروں کا سینہ چیر ڈالتی ہے۔

میری باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو پیہم کد وکاوش بر برجستی جہد ہے۔ جو لوگ کامیابی کے بعد آرام طلبی کے عادی ہو جاتے ہیں وہ اپنی کامیابی پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ اس لئے آرام طلبی کی زندگی ذہنی خود کشی ہے انسان کا دستور عمل یہ ہونا چاہیئے کہ وہ دن رات کوشش در جد وجہد میں مصروف رہے ورنہ زندگی ختم ہو جائے۔ جتنی وسعت ہو جانے کے بعد بھی سپاہی جہاں اور مرد میدان جنگ نہ کرے۔ کر وہ ایسا نہیں کرے گا تو ترقی کی راہیں اس کے لئے بند ہو جائیں گی۔

دنیا کے کامیاب انسانوں کے مندرجہ بالا مقولوں کا مطلب یہ ہے کہ انسان نتیجہ کی پرواہ کئے بغیر برابر آگے بڑھنے کی کوشش میں لگا رہے جب سے کامیاب اور خوش نصیب ہو جائے تو کاہل نہ بن جائے۔ بلکہ کارگاہ حیات میں بدستور تگ ودو میں مصروف رہے۔ اور جتنا آگے بڑھتا جائے اس سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش کرنے میں لگا رہے کیونکہ یہ دنیا دار عمل ہے دار راحت آخرت ہے۔

لکھنؤ کے معروف عطریات
شمامۃ العنبر، زعفرانی حنا
مجموعہ وغیرہ
طلب فرمائیں
کارخانۂ محمد سلیمان محمد یوسف
یوسف بلڈنگ ... لکھنؤ

اہلِ خیر حضرات سے!

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے کو خدا کے ان نیک بندوں کی فہرست میں شامل کرتے ہیں جنکا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس طرح کیا ہے ومما رزقناهم ينفقون اور جو کچھ ہم نے انکو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اس وقت پورا عالم مصائب وآفات سے دوچار ہے اور دنیا کے کسی گوشہ میں چین وسکون نہیں نظر آرہا ہے، قتل وغارت گری لوٹ مار اور دوسروں کی حق تلفی عام ہو گئی ہے خود مسلمان جو امت دعوت تھے ان کے حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ ان حالات کی جو بھی توجیہ کیجائے بہرحال حقیقت یہی ہے کہ یہ دین سے دوری اور غفلت ہی کا نتیجہ ہے۔ لہذا ہماری اولین ذمہ داری یہ ہے کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں اپنے ماحول کو دینی ماحول بنانے کی کوشش کریں، نیز اپنے علاقوں میں دینی مکاتب ومدارس قائم کرکے علم دین کو عام کرنے کی فکر کریں کہ تمام برائیوں کی جڑ دین سے ناواقفیت وبے خبری ہے مدارس ومکاتب کے سلسلہ میں ہر شخص جو کوشش کر سکتا ہو کرے، کیونکہ نقائص اور کوتاہیوں کے باوجود مدارس ہی وہ سرچشمہ ہیں جہاں سے ہدایت کی روشنی پھیلتی اور انسانیت کی کھیتی ہری ہوتی ہے انھیں سے وہ افراد نکلتے ہیں جو زندگی کے ہنگاموں میں دین وایمان کی شمع روشن کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں، لہذا مدارس کی بقا وتحفظ اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر مسلمان کو کمربستہ ہو جانا چاہیئے اور وہ جو کچھ بھی کر سکتا ہے کرے۔

قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور دینی مسائل کے سلسلہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاج تعارف نہیں، اس کے قیام کو بفضلہ تعالیٰ ایک سو سال ہو گئے ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس اثناء میں اس نے گراں قدر علمی ودینی خدمات انجام دی ہیں، ادارہ کی خوش قسمتی ہے کہ ایک مدت سے اسکو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کی توجہ اور سرپرستی بھی حاصل ہے جن کے دور نظامت میں وہ ایک عظیم اسلامی مرکز بن سکا ہے اور اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت اور دینی زندگی کے لئے اس کے طلباء واساتذہ در کار کنان حتی الوسع کوشاں ہیں اس وقت دارالعلوم میں ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے علاوہ دوسرے ممالک کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں اور مختلف ممالک سے داخلہ کی درخواستیں برابر آتی رہتی ہیں جس کی بنا پر داخلوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے۔ دارالعلوم اور خاص طور سے معہد دارالعلوم میں باوجود وسعت کے بہت تنگی محسوس ہو رہی ہے داخلہ کے امیدوار بہت سے طلبہ کو ہر سال واپس ہونا پڑتا ہے، یہ صورت حال ذمہ داران دارالعلوم کے لئے سخت باعث فکر وتشویش ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے چند سال قبل لکھنؤ سے، اکلومیٹر کے فاصلہ پر موضع مہیت مئو میں حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء سے عقیدت رکھنے والے دیندار مسلمانوں کے تعاون سے کچھ وسیع آراضی مع ایک قدیم وخستہ مسجد حاصل ہو گئی تھی جسمیں فوری طور پر ایک مدرسہ کا اجرا کر دیا گیا تھا، اب ماشاء اللہ ۳، ۴ سال سے وہاں شعبۂ حفظ اور ابتدائی عربی درجات کی بھی تعلیم دی جانے لگی ہے۔ یہ پورا نظام مسجد کے تنگ وخستہ حجروں اور عارضی اقامت گاہوں میں انجام پا رہا ہے مسجد کی توسیع ودرسگاہ اور دارالاقامہ کی تعمیر کی فوری ضرورت کی بنا پر سردست مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی تھی۔ اب بنام خدا درسگاہ اور دارالاقامہ کی تعمیر بھی شروع کر دی گئی ہے اسکی تکمیل ہو جانے سے طلباء کی مزید تعداد کو استفادہ کی سہولت حاصل ہو جائے گی سردست وہاں طلباء کی تعداد ۲۰۰ ہے اور اساتذہ وعملہ کی تعداد ۱۵ ہے۔ فوری اور ہنگامی طور پر جتنے حصہ کی تعمیر ضروری ہے وہ تقریباً ۲۵ لاکھ کی لاگت سے تیار ہو سکے گی۔ امید ہے کہ جن بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے، وہ دل کھول کر نہ صرف خود اسمیں حصہ لیں گے، بلکہ دوسرے دوستوں کو بھی اس کی طرف متوجہ کریں گے یہ ایسا صدقۂ جاریہ ہے جس کا سلسلہ برابر جاری ہی رہتا ہے، صاحب حیثیت حضرات اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے ان کے نام سے بھی کمرے بنوا کر مستقل صدقہ جاریہ کا سلسلہ قائم کر سکتے ہیں۔ تعمیر کا کام تو شروع کر دیا گیا ہے لیکن ابھی شدید دشواریوں کا سامنا ہے امید ہے کہ اہل خیر حضرات اپنا تعاون پیش کرنے میں تاخیر نہ فرمائیں گے۔

(مولانا) محب اللہ ندوی
(مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء)

مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء

نوٹ: چیک، ڈرافٹ، منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں۔ رسید آپ کی جو رقم کی حفاظت ضروری ہے، چیک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھئے: —— ناظم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳، ندوہ لکھنؤ ۷

NAZIM NADWATUL ULMA P.O. BOX 93 NADWA LUCKNOW 7